تفسير دنا

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

احب الاعمال ادومها وان قلّ

وفاداری بشرط استواری عین ایمان ہے

نقشِ وفا

نگاشتہ

حسرت و دُردانہ

بارِ دوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بمطبع [illegible] علیگڑھ میں طبع ہو کر دفتر زنانہ مسلم کانفرنس علیگڑھ سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پاک جذبات نے دل ودماغ میں جو خیالات پیدا کیے اور جو (الحمد للہ) برسوں کے ساتھ میں زندگی کا دستور وآئین بنے، حوالہ قلم کیے جاتے ہیں۔ بارہ برس کے طرزِ عمل کو طرفین نے لباسِ الفاظ میں اہلِ نظر کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر ان مضامین سے ایک گھڑی بھی راحت وآرام میں کچھ ترقی یا اصلاح ہو تو ہم سمجھینگے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگی۔

حسرت و دُردانہ

باب اوّل

بی بی

مخلوقات میں عورت کا درجہ

اس ہستی دل فریب کے راز کو جن اہلِ دل نے حُسن و محبت کی مدد سے حل کیا ہی اُنھوں نے پتا لگایا ہی کہ جلوہ گاہِ دنیا کی نیرنگیاں اور رنگینیاں اُس ذاتِ پاک کی صفات کا مظہر ہیں جو اس عالم کی خالق ہی، اور جس کی عظمت و جلال کے ساتھ حُسن و جمال ہم آغوش ہیں۔ آسمان کے عظیم الشان ستارے، زمین کے سر بفلک پہاڑ اُس کی عظمت کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ شان جلال کا یہ کرشمہ ہی کہ آفتاب لاکھوں برس سے ایک دائرے میں چکر کھا رہا ہی۔ مجال نہیں کہ ذرہ برابر ادھر سے اُدھر ہو جائے۔ پانی کی روانی، صُبح کی پاکیزگی، پھولوں کا تبسّم، مُرغانِ سحر کے چہچہے اُس کے حُسن و جمال کے شاہد ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عالم کا کوئی ذرہ حُسن و جمال کے جلوے سے خالی نہیں۔ سر بفلک پہاڑ جہاں صدائے عظمت دیتے ہیں وہاں سرسبز اشجار شفاف چشموں اور نازک نازک پھولوں کے نقش و نگار سے آراستہ ہیں۔ چاند اتنا بڑا کرہ ہی، تاہم اُس کی شانِ رعنائی ضرب المثل ہی۔ حسن کی مثال "چودھویں

رات کے چاند" سے بڑھکر کیا ہی؟ اس حسن وجمال کی افراط کے ساتھ ساتھ بعض قسمیں ہر جنس میں خوبصورتی کی اعلیٰ مظہر بنائی گئی ہیں۔ جمادات میں جواہرات، نباتات میں پھول، حیوانات میں مرغ وطاؤس۔ انسان اشرف المخلوقات ہی۔ اس نوع میں صنفِ نازک خاص مظہرِ حُسن وجمال ہی۔

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہی اس دنیا کی تین چیزیں مجھکو محبوب ہیں: خوشبو، عورت، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی۔ اس پاک قول پر غور کرو۔ صنفِ نازک کے مرتبہ کا سراغ لگیگا۔ اس دنیا میں اگر عورت کا وجود نہوتا تو اس عالم میں وہ دل بستگی وشگفتگی نہوتی جو ویران جنگل میں پھول سے، پتھروں کی کان میں جواہرات سے، مہیب پہاڑوں میں دل فریب چشموں سے عیاں ہی۔ حضرت آدمؑ کا قصّہ (جو دُنیا کے اکثر مذاہب کو تسلیم ہی) اُس راز کا پتہ دیتا ہی جو عورت کے وجود میں مخفی ہی۔ حضرت آدمؑ جنّت میں پیدا ہوئے۔ جب جنّت تھی تو ہمہ نعمت موجود تھی۔ پھر بھی ایک انیس وہمدم کی کمی تھی جس کے دم سے نعمتوں میں لطف اور کیفیتِ اُنس پیدا ہوتی۔ دُنیا کی مُصیبت میں پڑے تو بھی حضرت حوّا رفیق تھیں کہ مصیبت ہلکی ہو۔ جو زمانہ زمین پر آنے کے بعد پورے عتاب کا تھا اُس میں حضرت آدمؑ بی بی کی رُفاقت سے بھی محروم رہے۔ فلسفیانہ نگاہ اس قصّے کو محض افسانہ بھی قرار دے تو بھی صنفِ نازک کا فلسفہ ظاہر کرنے کے واسطے اس سے بہتر اور مؤثر دوسرا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

اسلام میں عورت کا مرتبہ

جس خالق عالم نے عورت کو صفات بالا سے آراستہ فرمایا تھا جب اُس نے اپنی مرضی کا انکشاف اپنے محبوب بندے پر فرمایا تو اُن کا درجہ اور اُن کے فرائض بالکل اُن کے اوصاف کے مطابق تھے۔
دن کے ہنگامہ سے جب مخلوق خستہ ہو جاتی ہے تو رات راحت کا پیام لیکر آتی ہے اور خستگی و پریشانی کو سکون و آسائش سے بدل دیتی ہے۔ ہر جاندار جب زندگی کے کاروبار سے تھک کر ایک گوشۂ عافیت کا جویاں ہوتا ہے تو اُس کا گھر آغوشِ محبت میں اُس کو لیتا اور چین بخشتا ہے۔ گھر کے مفہوم نے وسیع ہو کر وطن کی شکل اختیار کی ہے، اور وطن کے تصور میں بھی جو چین ہے اُس کو ہر شخص کا دل جانتا ہے۔ آرام و راحت کی یہ انتہائی صورتیں ہیں جو اس عالم سفلی میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ انتہائی راحت یا چین کا نام عربی میں "سکینۃ" ہے۔ ان پہلوؤں کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے قرآن پاک کی ان تین آیتوں پر غور کرو۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا (سورہ نحل)	اور اللہ نے تمہارے گھر تمہارے لیے چین کی جگہ بنائے ہیں۔
وَمِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (سورہ قصص)	اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تمہارے واسطے رات اور دن بنائے کہ تم رات میں چین پاؤ اور دن میں اُس کی نعمت کو تلاش کرو تاکہ تم شکر گزار رہو۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورۂ روم)	اور اُس کی اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہی کہ اُس نے خود تمہاری جنس میں (تمہاری) بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم اُن کے پاس چین پاؤ اور تمہارے دلوں میں محبت اور پیار پیدا کیا اس میں سوچنے والے آدمیوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

اِن آیتوں سے واضح ہوتا ہی کہ خداوند تعالیٰ نے اس عالم کی مصیبتوں کو ہلکا کرنے کے لیے راحت وآسائش کے تین عام سامان اپنی مخلوق کے واسطے پیدا فرمائے ہیں۔ رات، گھر اور بی بی۔ اوّل اُس راحت کا تصوّر کیجئے جو رات اور گھر سے مخلوق کو پہنچتی ہی۔ پھر سوچئے کہ عورت کا وجود اس عالم کے لیے کیسی نعمت ہی۔ نگاہ کو بلند تر کیجئے اور دیکھیئے کہ راحت کے باقی دو سرچشمے (رات اور گھر) بھی عورت کے دم قدم سے بہت کچھ فیض یاب ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا بیجا نہیں کہ اس دنیا میں سکون وراحت صنفِ نازک کی ذات سے وابستہ ہی۔ وہ بہشت راحت جس کا نام آغوش مادر ہی عورت ہی کے حصہ میں آئی ہی۔

اِس صفت کیساتھ ہی خداوند تعالیٰ نے عورت کو ایک مستقل وجود دیا ہی۔ دل دیا ہی، دماغ دیا ہی، دل و دماغ کے قویٰ عطا فرمائے ہیں۔ اسلام نے اس استقلالِ وجود کو بھی فیاضی سے تسلیم کیا۔ اور عورت کے وجود کو محض مردوں

کا تابع یا صرف دوسروں کی راحت کا سامان قرار نہیں دیا۔ اُن کیواسطے مستقل حقوق مقرر کیئے ہیں اور اُن حقوق کے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ فروگذاشت کی حالت میں عذاب کا خوف دلایا ہے۔ حقوق کی جامع یہ آیت ہے جس کے دو لفظوں میں ایک دفتر سمایا ہوا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۔ (سورہ البقرہ)

عورتوں کے وہی حقوق تمہارے ذمہ ہیں جو ازروئے دستور شائستہ اُن کے ذمہ تمہارے حقوق ہیں اور مردوں کو عورتوں پر برتری ہے

آیت ہٰذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق مساوی مقرر فرمائے ہیں اُسی کی ساتھ بلحاظ اُس تفاوت کے جو مرد اور عورت کے وجود میں ہے باعتبار درجہ مرد کو برتری بخشی ہے۔ اور یہ بخیال اُن فرائض کے بالکل حق بجانب ہے جو اس عالم میں مرد اور عورت کیواسطے مقرر ہیں اور جن پر اُن کی خلقت بہترین شاہد ہے۔
ایک دوسری آیت ہے:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ (سورہ بقر)

وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں تم اُن کا۔

لباس انسان کے لیے موجب آسائش و حفظ بقا، باعثِ تجمل و شان و سامان پردہ پوشی ہے۔ یہی شان مرد اور عورت کے تعلقات میں ایک دوسرے کو حاصل ہونی چاہیئے۔ خلاصہ ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ جسقدر حقوق تمہارے ہیں اُسیقدر اُن کے

ہیں۔ اور جن حقوق کی توقع ایک فریق رکھیگا انہی کی دوسرا۔ ان حقوق کے صرف
بیان کر دینے پر اکتفا نہیں فرمائی، بلکہ اُن کے ادا نہ کرنے پر تہدید بھی فرمادی ہے۔
دین و دنیا کے کاروبار میں عورتوں کو پورا حصّہ دیا گیا ہے۔ دینی معاملات میں
وہ مثل مردوں کے مکلّف ہیں۔ ایمان، عبادات، معاملات میں وہ اپنے افعال
کی خود ذمہ دار ہیں۔ اطاعت کا ثمرہ پائینگی۔ نافرمانی کا وبال بھگتینگی۔ مال وجائداد کا
استحقاق مثل مردوں کے اُن کو حاصل ہے۔ عزیزوں کے ترکہ میں اُسی استقلال کیساتھ
اُن کو حصّہ ملتا ہے جس طرح مردوں کو۔ صرف حصّوں کی مقدار میں فرق ہے۔ اور وہ
یوں حق بجانب ہے کہ دنیا میں مرد کے ذمہ ادائے حقوق کی ذمّہ داریاں عورتوں
سے زیادہ ہیں۔ خود عورتوں کی بہت بڑی بلکہ قریباً کل تعداد کی خبرگیری مردوں
کے ذمّہ ہے جو بحیثیت شوہری نان ونفقہ وغیرہ کی اُن کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔
صنفِ نازک کے ذمّہ کوئی اس قسم کا بار نہیں ہے۔ عورت اپنے مال وجائداد میں
وہی تصرّف کرسکتی ہے جو مرد کرسکتا ہے۔ اور اس میں وہ مرد کی مرضی کے تابع نہیں
شرع کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس سے ثابت ہو کہ عورت اپنے معاملات میں معطّل
اور مرد کی دست نگر ہے۔ شرعاً وہ اپنے مال وجائداد میں باختیار خود پورا تصرّف
کرسکتی ہے۔ ہبہ کرسکتی ہے۔ بیع کرسکتی ہے۔ غرض ہر اُس تصرّف کی مجاز ہے جو دائرہ
شرع کے اندر ہو۔

عورتوں کی تعلیم

عورتوں کی تعلیم کی بابت حال کے مسلمانوں کا جو رجحان رہا

ہی اور جو بحثیں پیدا کی گئی ہیں اُن کا اعادہ فضول ہی۔ اب خوش قسمتی سے ہر جانب یہ تسلیم ہو چکا ہی کہ عورتوں کی تعلیم مثل زندگی کے اور لوازم کے ضروری ہی۔ لیکن ابھی اِس میں تذبذب ہی کہ تعلیم کسقدر ہو۔ اِسی سال اہل الرائے کے ایک مجمع میں مجکو یہ باقاعدہ سوال سُنکر حیرت ہوئی کہ عورتوں کو کسقدر تعلیم دیجائے؟ اس سوال کا رجحان اس جانب تھا کہ بہت محدود تعلیم عورتوں کے واسطے کافی ہی۔

اگر تعلیم کی غایت یہ ہی کہ جو قویٰ اور قابلیت فطرت نے انسان کو فیاضی سے عطا فرمائے ہیں اُن کو اعلیٰ ترقی و شائستگی سے آراستہ کیا جائے تو پھر اس سوال کا کیا محل باقی رہتا ہی کہ عورتوں کو کسقدر تعلیم دیجائے۔ جو قابلیتیں اُن کو دربار قدرت سے عطا ہوئی ہیں اُنکو اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی و شائستگی پر پہونچانے والی تعلیم کی وہ مستحق ہیں۔ کسی مُفید علم کی ممانعت نہیں، کسی حد کی قید نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو نوکریاں نہیں کرنی ہیں اس لیے اُن کو زیادہ تعلیم کی حاجت نہیں وہ حیف ہی کہ اپنی کوتہ نظری سے علم کو اُس کے تختِ جلالت سے اُتار کر خاک میں ملاتے ہیں مردوں کی تعلیم میں بھی علم کی غایت نوکری قرار دینا تعلیم کو برباد کرنا ہی۔ آج نگاہ اُٹھا کر دیکھو یہ بربادی ہمارے چاروں طرف عیاں ہی۔

محض عقلی پیرایہ سے گزر کر دینی دائرے کے اندر اس بحث کو طے کرنا چاہیئے۔ ابتک عام خیال یہ تھا کہ عورتوں کو تھوڑے سے نماز روزے کے مسائل اور قرآن مجید پڑھا دیا جائے۔ لکھنا نہیں سکھانا چاہیئے۔ اب لکھنا بھی شامل درس ہو گیا ہی نیز تھوڑا سا

حساب کتاب۔

اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تعلیم کی غایت انسان کو اُس کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں رہنما ہوتا ہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہی کہ تعلیم کی وسعت ذمہ داریوں کی وسعت کے مُطابق ہونی چاہیے۔ اسلام نے عورت کے متعلق جو ذمہ داریاں رکھی ہیں اُن کا اجمالی خاکہ اوپر آپ دیکھ چکے ہیں۔ یہاں کسیقدر تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہی۔ شرع کے بموجب عورت قریباً اُنھیں احکام کی مکلف ہی جن کے مرد ہیں۔ توحید و رسالت کا اقرار و تصدیق، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ، ارکان و فرائض دین کی تکلیف عورت کو مثل مرد کے دی گئی ہی۔ کلام مجید کو اوّل سے آخر تک دیکھو خالق عالم اپنے وجود اور اپنی توحید کے دلائل میں کثرت سے اپنے مظاہر قدرت بیان فرماتا ہی۔ جگہ جگہ فرماتا ہی کہ دیکھو نہ صرف دیکھو بلکہ سوچو اور غور کرو کہ ہوا بادل کو کس طرح لاتی ہی۔ بادلوں کے ٹکڑے کس طرح باہم ملتے اور ملکر برستے ہیں۔ دیکھو مُردہ زمین بارش کے فیض سے کیسی زندہ ہو جاتی ہی اُس میں نباتات اُگتی ہیں، لہلہاتی ہیں پھر خشک ہو کر فنا ہو جاتی ہیں۔ بجلی کس طرح چمکتی ہی۔ رات دن کی تبدیلی، ستاروں کی رفتار اور رفتار کا نظام، زبانوں اور رنگوں کا اختلاف، پہاڑوں کی ساخت اُنکے پتھروں کا رنگ برنگ ہونا۔ غرض کہ بیسیوں قدرت کے مظاہر پر غور کرنے کی ہدایت فرمائی ہی، اس غرض سے کہ قدرت کا گہرا مطالعہ قادر مطلق کی تصدیق و عظمت کا نقش دل میں بٹھائے۔ کیا تمام علوم مظاہر قدرت پر غور کرنے سے پیدا نہیں ہوئے؟

کیا یہی پاک تعلیم قرآنی کا نتیجہ یہ نہ تھا کہ مسلمانوں نے تمام دنیا کے علوم کو اپنا گم شدہ مال سمجھا اور جہاں جہاں علم کے ذخیرے بکھرے ہوئے پریشان تھے سب کو اپنے سینوں میں جمع کرلیا؟ اب سوال یہ ہے کہ قوت ایمانی کو ترقی دینے میں اسلام نے عورت کیواسطے کوئی حد مقرر کی ہے؟ رسالت مردوں پر ختم ہے اور وہ اکتسابی چیز نہیں محض عطیۂ الٰہی ہے۔ ولایت جو قوتِ ایمانی کا ظہور ہے عورتوں کے لیے مثل مردوں کے کھلی ہوئی ہے۔ اب ایک عورت اگر علم طبعیات، نباتات، علم اللسان وغیرہ کا مطالعہ اس قصد اور ارادے سے کرتی ہے کہ اپنے خالق کے مظاہر قدرت کو دیکھکر اور سمجھکر اپنی قوت ایمانی کو اعلیٰ قوت دے تو کون شخص اسلام کا نام لیکر ان علوم کی تحصیل اور مطالعے سے اُس کو روک سکتا ہے۔

قرآنِ مجید نے واقعات عالم پر غور کرنے کا، روئے زمین کی سیاحت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ اس سے عبرت حاصل ہو اور ایمان کو قوت۔

زکوٰۃ عورتوں پر مثل مردوں کے فرض ہے۔ زکوٰۃ کا دارومدار حساب پر ہے جب جائداد کی وہ مستقل مالک ہے اور استقلال کے ساتھ اُس میں تصرف کر سکتی ہے تو بیع، ہبہ، رہن شفعہ وغیرہ معاملات سے اُن کو کون روک سکتا ہے؟ نکاح، طلاق وغیرہ ابواب فقہ مثل مردوں کے عورتوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جن آیاتِ قرآنی میں ان احکام کا ذکر ہے اُن کے مخاطب صرف مرد ہیں بیبیاں نہیں ہیں۔ اسلام کی تعلیم میں عورت کا یہ خاکہ کہیں نہیں ہے کہ سال بھر میں جب زکوٰۃ واجب ہو

اپنا سارا زیور رومال میں باندھکر مرد کے سامنے رکھدے وہ حساب کر کے بتادے کہ یہ زکوٰۃ دیدو۔ جائداد اور مال جو کچھ عورت کو ملے وہ مردوں کے قبضے میں رہے۔ اُس کے سیاہ و سفید کے مالک مرد رہیں جو تصرّف چاہیں کریں عورت منھ دیکھتی رہے اور کچھ نہ کرے۔ اگر عورت اپنے مال اور جائداد کو اپنے قبضے میں رکھے اُس کی آمدنی کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کرے، کسی دوسرے کو اُس میں تصرّف کا اختیار نہ دے تو شرعًا یہ بالکل بجا اور درست ہی۔ اگر عورت کی جائداد پر مرد قابض ہو، اُس کی آمدنی ناجائز مصرف میں خرچ کرے، رعایا پر ظلم کرے تو اُس کا مواخذہ ضرور مالک جائداد یعنی عورت سے ہوگا۔ اور وہ یہ کہکر نہیں چھوٹے گی کہ میرا شوہر قابض تھا۔ وہ دار القضا میں اپنے حقوق کی چارہ جوئی کرسکتی ہے۔ قاضی مرد اور عورت دونوں کے انصاف کے لیے بیٹھتا ہی۔ اسی وجہ سے قرآنِ مجید میں حکم ہی:۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اپنے آپکو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ مفسّرین نے لکھا ہی کہ اس کا یہ مطلب ہی کہ اُن کو ضروری علمِ دین سے آگاہ کردو۔ لہذا مردوں پر واجب ہی کہ عورتوں کو اُن کی ذمہ داریوں کے مطابق تعلیم دیں۔ ذمہ داریوں کا اندازہ اوپر کے بیان سے ہوسکتا ہی۔ تعلیم کی یہ ذمہ داری اُس برتری کا زیور ہی جو مردوں کو عورتوں پر بخشی گئی ہی۔

گزشتہ دور میں مُسلمان بیبیوں نے علمی ترقی میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

صحابہ کرام میں جو آٹھ بزرگ فقہ میں اجتہاد کا اعلیٰ رتبہ رکھتے تھے اُن میں حضرت عائشہ بھی تھیں (دیکھو اصابہ)۔ خود حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ازواجِ مطہّرات میں سے بعض کو لکھنے کی تعلیم دلائی تھی۔ مورّخ و محدّث مشہور حافظ ابن عساکر دمشقی نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے اُن میں اسّی سے زیادہ بیبیاں تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے شیوخ حدیث میں بھی عورتیں ہیں۔ بیبیوں نے علم کی خاطر سیاحتیں کیں۔ امام بخاری کی والدہ اور بہن اُن کو ملکوں ملکوں لیکر گئیں تاکہ وہ مشایخ حدیث سے علم حاصل کریں۔

خلاصہ یہ کہ جو مفید علم ہو اُس کے حاصل کرنے کی عورتیں مثل مردوں کے حقدار ہیں۔ اب جب کہ تعلیم نسواں کا مسئلہ ہمارے سامنے عملی شکل میں آگیا ہے نہایت دور اندیشی اور احتیاط کے ساتھ اُس کو حل کرنا چاہیئے۔ نہ کوتہ نظری سے کام لیا جائے نہ بے احتیاطی و بے پروائی سے۔ یہ مسلّم ہے کہ باوجود مبتلائے جہالت ہونے کے ہماری مستورات میں بہت سے اوصاف ایسے ہیں جو شرافت اور اخلاق کے روشن جوہر ہیں۔ ضبط و تحمّل، ایثار و ہمدردی، فیاضی، عزیزوں سے محبّت، دین کا احترام، شرم و آبرو کو جان سے زیادہ عزیز رکھنا، حیا و عفّت کا وہ معیار جس سے زیادہ ممکن نہیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو شریف زادیوں کے زیور ہیں اور جن میں وہ مردوں سے بدرجہا فائق ہیں۔ یہ اوصاف صدیوں کی وراثت کا نتیجہ ہیں اور داخل عادت ہو کر دوسری طبیعت

بن گئے ہیں۔ جو لوگ تعلیم نسواں کے مہتمم ہیں اُن کا فرض ہے کہ وہ اس امر کو ہمیشہ نصب العین رکھیں کہ کوئی تعلیم ایسی نہو جو ان اوصاف کو مٹا دے یا کم کر دے مقصد تعلیم ہمیشہ ان اوصاف کا قایم رکھنا اور ترقی دینا ہو۔ یہ خوب یاد رہے کہ ترقی اسلامی اُصول پر ہو نہ کسی اور اُصول پر۔ اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ تعلیم نسواں کی لازم جز ہمیشہ اسلامی تعلیم بھی رہے۔ دینی پابندی بورڈنگ کی زندگی کا فرض ہو۔ اُستانیاں شریف، مہذب، دین کا احترام و ادب کرنے والی ہوں اگر مسلمان ہوں تو بالضرور پابندِ مذہب ہوں۔ مسلمان اُستانیاں لائق افسوس ہے کہ نہیں ملتیں جب تک وہ نہیں تو جہاں تک ممکن ہو شریف یورپین اُستانیاں رکھی جائیں۔ یہ لوگ بے تعصب ہوتے ہیں اور دوسروں کے جذبات و خیالات کا لحاظ رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ادائے فرض میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ محض سرٹیفکیٹ پر اطمینان کرنا اور شرافت اور چال چلن کا لحاظ نہ رکھنا سمِ قاتل ہوگا۔ جو تعلیم صفاتِ بالا کو کم کر دے وہ دریا میں ڈبونے کے لائق ہے اور اُس تعلیم سے جہالت بہتر ہے۔ لڑکوں کی جدید تعلیم کے نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اُن پر غور کر کے مضر پہلوؤں سے لڑکیوں کو بچانا چاہیئے۔ اگر تعلیم سے لڑکیاں فضول خرچ، خود پرست، کاروبار سے متنفر فیشن پر شیفتہ شوخ چشم بے دین بن گئیں تو سمجھ لینا کہ ہماری قومی ناؤ ڈوب گئی۔ یہ محض خیالی و قیاسی اندیشے نہیں ہیں۔ مصیبت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ تعلیم کے

نقاب میں بعض قابلِ نفرت صورتیں چھپی ہوئی ہیں جو اپنے گھر اور اپنے عزیزوں کے واسطے وبال و مصیبت ہیں۔ جو اوصاف عمدہ ہم نے مستورات کے بیان کیے ہیں قوم کا سرمایۂ ناز بلکہ مایۂ حیات ہیں جو صدیوں کی جانفشانی و کوشش کا اندوختہ ہے۔ تعلیم نسواں کے مہتمم اس سرمایہ کے امین ہیں اور اُس کی حفاظت کے ذمہ دار۔ ایسا نہو کہ ظاہری سازو سامان کے طمطراق میں وہ اس سرمایہ کو ہاتھ سے کھودیں۔

دورِ جدید کی بعض تعلیمیں ایسی ہیں جو کبھی دائرۂ شرع کے اندر نہیں آسکتیں۔ اس سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔ مثلاً ناچنا گانا، یا جانداروں کی تصویر کھینچنا، نقاشی و مظاہر قدرت کی مصوری تصویر کشی کا نعم البدل ہو سکتی ہے۔ حیا کا معیار ہمیشہ لڑکیوں کے سامنے وہی رہے جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔

بی بی سفر زندگی جو دلفریبی و خطرہ کا مجموعہ ہے ایک ہمدرد رفیق کا طالب تھا جو بی بی کی صورت میں ملا۔ کیا اس سفر کا رفیق اس سے بہتر ہو سکتا تھا؟ کارخانہ عالم کے بقا و اجرا کے لیے قدرتِ کاملہ نے زبردست قانون نافذ فرمائے ہیں جو اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں۔ دو اجنبی شخصوں کا باہم ملکر تادمِ زیست شریک رنج و راحت رہنا محال ہوتا اگر حکمتِ ربانی اُس کو نظامِ معاشرت سے مربوط و مضبوط نہ فرمادیتی۔ انسان کی خلقت بطور ایک کمانے والے کے کی گئی ہے جو اپنی محنت کا ثمرہ پاتا ہے۔ اسی لیے اُس کے عمل کا دائرہ غیر محدود ہے۔ ہر قانون ایک دل آویز اسرار کی شکل میں اُس کے سامنے پیش فرمایا ہے یا رمز و کنایہ کے پیرایہ میں۔

اور حکم ہی کہ سوچو اور سمجھو۔ انسانی فہم و غور کا جلوہ عالم کے گوشہ گوشہ سے عیاں ہی۔ اسی سلسلہ میں زن و شوہر کا تعلق ہی۔ ضرورت ہی کہ اس تعلق پر بھی تحمل و تامل سے غور کیا جائے۔ ابتدائی زمانہ میں جب بے غل و غش زمانہ ہی دونوں دل صفحۂ سادہ کی طرح اچھے یا برے نقش کے قبول کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اُن کو محض ہوا و ہوس کی نذر نہونے دیں۔ بلکہ ایک دوسرے کی مزاج شناسی اور رجحانِ طبیعت سمجھنے کی کوشش میں صرف کریں، اور اس کی رعایت آیندہ زندگی میں اہتمام کے ساتھ رکھیں اور سخت احتیاط رکھیں کہ جو کمزور پہلو ہو اُس کو نہ چھیڑیں۔ بہت سے گھرانوں میں جھگڑے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں میاں بی بی ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہیں باوجود اس کے دونوں کی رفاقت کی مضبوطی میں کلام نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں ہزاروں نعمتیں ایسی ہیں جن کی عام طور پر قدر نہیں کی جاتی۔ بہت سے آدمی وقت اور صحت کی قدر نہیں کرتے، ہزاروں مال و جائداد کو برباد کرتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وقت، صحت مال و دولت نعمت نہیں یا اُن کے قانون ناقص ہیں۔ بعینہٖ یہی حال بی بی کا ہی۔ معاشرت و زندگی کے جو اسرار اس ربط میں نہاں ہیں اور جو ہدایتیں مذہب و عقل نے اس بارے میں کی ہیں اُن پر عمل و لحاظ ہو تو ناممکن ہی کہ یہ رفاقت عیش و مسرت کو دوبالا اور رنج و مصیبت کو ہلکا نہ کردے۔

میں نے اوپر بتایا تھا کہ سب سے اوّل مزاج شناسی کی ضرورت ہی۔ اس سے بھی پہلے اچھے انتخاب کی حاجت ہی۔ میں اس بحث کو یہاں نہیں چھیڑنا چاہتا کہ انتخاب کون کرے

والدین یا خود فریقین - جو بھی کرے اُس کو اصلی غرض اس تعلق کی پیش نظر رکھکر انتخاب
کرنا چاہیئے - اگر فروعی باتوں کا لحاظ اصل غرض کو نگاہ سے اوجھل کر دیگا، تو آپ کی
مشکلات اور ناکامیابیوں کا ذمہ دار یہ انتخاب ہوگا نہ تعلق - انتخاب خواہ کوئی کرے
لیکن مہر تکمیل خود فریقین کے نکاح کے قبول سے لگتی ہے - اس لیے اصل ذمہ داری
اس تعلق کی اُن کے سر ہے - ذمہ داری عائد ہونے کے بعد انسانیت، شرافت، تمدن
مذہب غرض کسی اُصول کو لو ہر اُصول کا تقاضا بلکہ حکم ہے کہ اُس کو پورا کرو - یہ اجازت
کوئی اور اُصول نہیں دیگا کہ جب ذمہ داری کے پورا کرنے میں تکلیف یا زحمت
محسوس ہو، وہ پوری نہ کی جائے اور میں کہتا ہوں کہ دنیا میں کونسی ذمہ داری
ایسی ہے جو اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ زحمت و تکلیف نہیں لاتی ہے - اسی زحمت و تکلیف
میں ترقی و عروج کا راز پنہاں ہے - مزاج شناسی کے بعد ضرورت ہے رضاجوئی و محبت
کی - جو آیتہ اوپر نقل کی گئی ہے اُس میں زن و شوہر کے تعلق کی اساس پیار اور محبت
بیان فرمائی ہے - خداوند تعالیٰ نے صنفِ نازک کو نازک مزاج بنایا ہے اس لیے اُن
کی خاطر کا پاس و لحاظ رکھنا شیوۂ مردانگی ہونا چاہیئے - دُنیا میں اوصاف و کمالات
انسانی کے اعتبار سے جتنے بڑے آدمی گزرے ہیں اُن کی سوانح عمری پڑھو، بی بی
کی محبت اور ناز برداری اُن کی زندگی کا نمایاں جوہر ہوگا - حضرت سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم باوجود تعدد ازدواج سب ازواج مطہرات کی خاطر داری میں پورا
اہتمام فرماتے تھے - اسی رضاجوئی کا اشارہ اس آیت میں ہے تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ

ذیل کا واقعہ سنو اور اس موقع پر جو الفاظ ارشاد ہوئے اُن پر غور کرو معلوم ہوگا کہ انتہائے نزاکتِ خیال کے ساتھ دلجوئی پیشِ نظر مبارک تھی۔

ایک شب کو آپ بقاعدۂ عرب مع رفقا سفر فرما رہے تھے۔ بی بی بھی ساتھ تھیں۔ عرب میں اونٹ کی رفتار تیز کرنے کے لیے چابک سے زیادہ مؤثر ساربانوں کا وہ راگ ہے جس کو "حدی" کہتے ہیں۔ اس آواز سے اونٹ دوڑنے لگتا ہے۔ گویا خشکی کا جہاز موسیقی کے اسٹیم سے رواں ہوتا ہے۔ جب آپ کے ساربان انجشہ نے حدی کا راگ شروع کیا اور اونٹوں کی رفتار تیز ہوئی تو آنحضرتؐ نے اہلِ حرم کی زحمت پر خیال فرما کر ارشاد کیا رویدک یا انجشۃ رفقا بالقواریر اے انجشہ حدی خوانی بند کر دے اور آبگینوں پر رحم کر ؎

انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

محدثین نے اس قول مبارک کے دو پہلو لیے ہیں ایک یہ کہ اونٹوں کی تیز رفتاری سے زحمت ہوگی، دوسرے یہ کہ راگ کے اثر سے نازک مزاج بیقرار ہو جائینگے۔

بی بی کو محض آلۂ لہو و لعب بنانا قانون قدرت کو توڑنا ہے اور اس قانون کی خلاف ورزی کی سزا ہمیشہ سخت ہوتی ہے۔ دنیا میں کوئی چیز کامل نہیں اور کوئی چیز ہمہ تن عیب نہیں اگر بیوی میں بعض نقص ہونگے تو ضرور خوبیاں بھی ہونگی۔ نقائص سے چندے چشم پوشی کرو خوبیوں کو پیش نظر رکھو۔ رفتہ رفتہ خوبیاں دل میں گھر کر جائینگی۔ نقائص نظر سے غائب ہو جائینگے۔ اور یہ ہر روز کا مشاہدہ ہے۔ جب تم چشم پوشی کی

کشمکش میں ہو تو بہ نظر انصاف اس بات کو مت بھولو کہ تم میں بھی بعض نقص ہیں اور تم انسان
کامل نہیں ہو۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہارے عیبوں سے چشم پوشی کیجائے تو تم بھی چشم پوشی کرو
عیب جیسی کا جواب عیب جیسی ہے اور عیب جیسی تعلقات کی دشمن ہے دنیا میں انسان کو گوناگوں
تعلقات میں ناممکن ہے کہ اسکو مرضی و خواہش کے خلاف بارہا سر نہ جھکانا پڑے اور قدم قدم پر
ضبط و صبر سے کام نہ لے۔ دنیا میں بادشاہ بھی ہمیشہ سر اونچا کر کے نہیں چل سکتے۔
یہ قاعدہ جب عام ہے تو گھر کا گوشہ اس کلیہ سے کیوں مستثنیٰ رہے۔

نازبرداری کے بعد وفاداری ہے۔ نکاح کا عہدِ وفا ہر مذہب و ملت میں شان
تقدس لیے ہوئے ہے۔ اسی کے ساتھ اعلان و اظہار کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔
پس جو عہد تم نے اس اہتمام کے ساتھ کیا ہے اُس کو اسی اہتمام سے پورا کرو۔
بے وفائی و بد عہدی کسی ملّت میں روا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مرد بنجاؤ۔ بی بی کی
محبت و اخلاص کی ضمانت اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم میں جوہر شرافت و
مردانگی ہے تو بی بی تمہاری جاں نثار رفیق ہے اگر تم صفاتِ انسانی سے عاری ہو
تو زندگی کے ہر شعبے میں ناکامیاب ہوگے، اسی سلسلے میں خانگی زندگی بھی ہے۔

مردوں کو یہ کسی حالت میں زیبا نہیں کہ اپنا بلند مرتبہ جتا کر بی بی کے پست کرنے میں
لگے رہیں۔ اس سے مزاجوں میں ضد پیدا ہو کر تعلقات میں کشیدگی آجاتی ہے۔ بی بی کے
عزیزوں سے حُسن سُلوک کے ساتھ پیش آنا بھی ضروری ہے۔ جب ہم یہ توقع اور آرزو
رکھیں کہ وہ ہمارے عزیزوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے، تو ہم کو بھی اچھا برتاؤ

رکھنا چاہیئے۔ تم اچھے سلوک کا نمونہ دکھاؤ دوسری طرف سے نمونے کی پیروی ہوگی۔

ہر انسان تمنا رکھتا ہے کہ بیوی کو صاف ستھرا باسلیقہ دیکھے اس آرزو کے ساتھ اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ دوسرے کے دل میں بھی اس تمنا کا ہونا بالکل فطرتی ہے۔ لہذا تم کو خود بھی صاف اور باسلیقہ رہنا چاہیئے۔

افراط تفریط نظام معاشرت کو برباد کرنے والی ہے۔ ہر انسان کے دل میں شوق ہوتے ہیں مگر اُن کے پیچھے ایسا پڑجانا کہ گھربار کو بھول جائیں تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ ناجائز شوق سے تو قطعاً بچنا چاہیئے۔ جائز کو دائرۂ اعتدال میں رکھو اور اتنا نہ بڑھاؤ کہ بیچاری بی بی اپنی جگہ ہی تمہارے دل میں تلاش کرتی رہے۔

بی بی کے جو نقص تمہاری نگاہ میں کھٹکتے ہوں اُن کی اصلاح ہمدردی کے ساتھ انسانی کمزوریوں کو پیش نظر رکھکر کرنی چاہیئے۔ ضد اور جھگڑے سے نقائص بڑھتے ہیں گھٹتے نہیں۔

ایک بڑا قصہ خوبصورتی کا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حُسن میں دلآویزی نہیں یا وہ نعمت نہیں لیکن حُسن کے مدارج ہیں۔ اوّل تو ایسے حسین جو نمونۂ حُسن ہوں دُنیا میں بہت کم ہیں جب یہ جنس اسقدر کمیاب ہے تو ہر شخص کو کس طرح مل سکتی ہے؟ حُسن دیرپا نہیں اس لیے ساری عمر کی رفاقت کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اس کے علاوہ کوئی صورت ایسی نہیں جو سراپا عیب ہو اور کوئی خوبی نہ رکھتی ہو۔ ہر روز کا مشاہدہ ہے کہ جب

جب کوئی خوبی دل میں گھر کر لیتی ہی تو بہت سے عیوب نگاہ سے اوجھل ہو جاتے ہیں اعلیٰ حُسن صورت کیساتھ اکثر عادت کا نقص ہوتا ہی اور چند ہی روز میں ایسا حُسن وبال جان ہو جاتا ہی۔ میدان ہوا و ہوس یا شعرا کے دیوان میں یہ عادات مرغوب ہوں تو ہوں خانگی زندگی کے واسطے تو سمِ قاتل ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ حُسن کا سوال نفس کا ایک دھوکا ہوتا ہی۔ ہزاروں مرد بیبیوں سے بیزار گرفتارِ بلا نظر آئینگے کیا وہ سب کے سب پریشان ہی میں رہتے ہیں۔؟ جب یہ نہیں تو سوائے شامتِ اعمال کے اور کیا ہی جو اُن کو جنت سے نکالکر جہنم میں لے آیا؟ عالمِ خیال تصوّر اور دماغ ہی میں جگہ پا سکتا ہی۔ دنیا میں تو واقعات اور حالات سے سابقہ ہی اور اُنھیں کے ساتھ ملکر زندگی بسر کرنا ہی تھوڑا سا ضبط اور تحمل زندگی کو پُر لطف اور خوشگوار بنا سکتا ہی۔ خلاف توقع ناکامی سے گھبرا مت جاؤ اور فوراً ہی فیصلہ نہ کر بیٹھو۔ تامل سے کام لو، بے لطفیاں لُطف سے بدل جائینگی۔

خداوند تعالیٰ نے مردوں کو وقار بخشا ہی۔ خانہ داری میں مرد کا وقار بعینہ وہ کام دیتا ہی جو سمندروں میں جہاز کا لنگر۔ اگر یہ لنگر نہو گا خانہ داری کی کشتی طوفان کے نذر ہو جائیگی۔ مرد کو اپنا وقار ہاتھ سے نہ کھونا چاہیئے اور یہ نہو کہ جو چیز گھر میں سب سے زیادہ ارزاں ہو وہ مرد ہو۔ وقار کے معنی خودداری کے ہیں۔ جبر و تشدد کے ہرگز نہیں ہیں۔ جو لوگ یہ معنی سمجھے ہیں سخت غلطی پر ہیں اور لطف زندگی سے محروم۔ ہماری سوسائٹی میں اخلاق کی خرابی نے بہت سے مقولے ایسے رائج کر دیئے ہیں جو ضرب المثل بنکر بچہ بچہ کے کان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے اکثر جبر و تشدد کو خانہ داری

کا جزوِ اعظم قرار دیتے ہیں۔ اِن پر کبھی خیال نہ کرنا چاہیئے۔ اِنہیں مقولوں میں سے ایک مشہور مقولہ "گربہ کشتن روزِ اوّل" ہے۔ مدعا یہ کہ رفیق زندگی کو اوّل روز اپنے جابر و درشت مزاج ہونے کا یقین دلا دو۔ جو مرد اس مقولہ پر کاربند ہونے کا فخر رکھتے ہوں اُن سے پوچھو کہ مرد کا جوہر شیر مارنا ہے۔ بلّی مارنا کونسی بہادری ہے۔ یقینی یہ مقولہ کسی مرد کا نہیں ہو سکتا۔ بلّی کو پیار کرو وہ تمہارے گرد رہیگی۔ بلّی کو مارا تو کونسا شیر مارا۔ ہاں جو اپنے نفس کے شیر کو نہیں مار سکتے وہ بیچاری بلّی کے مارنے ہی پر موچھوں پر تاؤ دے لیتے ہیں ؎

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

حسرت

حبیب گنج:
مارچ ۱۹۱۵ء

(محمد حبیب الرحمن خاں شروانی)

باب دوم

شوہر

شُکرِ حق ہم کو ادا کرنے کا یارا کیا ہی　　حوصلہ کیا ہی، زباں کیا ہی، سلیقہ کیا ہی
نعتِ احمدؐ میں لکھوں کیا؟ مرا رتبہ کیا ہی　　وصف خالق ہی جو فرمائے تو بندہ کیا ہی

کہاں ہم مستورات اور کہاں مضمون نگاری اور تالیف۔ خدا کا شکر ہی کہ اُس نے ہماری حالت شُدھاری یعنی ہمارے بزرگوں کو ہماری تعلیم کی طرف متوجّہ کیا اور ہم شُدبُد جان کر مضمون نگاری اور تالیف کے معنی سمجھنے لگے۔ ہم کو اپنے مجازی مالکوں کا بھی سپاس گزار ہونا چاہیئے کہ اُنھوں نے اظہارِ خیالات کے لیے لب کشائی کی اجازت دی۔ ہم پر اگر ایک طرف خدائے برتر کی سچّی اطاعت و عبادت کے فرائض عاید ہیں تو دوسری طرف شوہر کے ادائے حقوق، تربیتِ اولاد اور انتظامِ خانہ داری کی ذمہ داریاں ہیں۔ اس وقت میں صرف حقوق شوہر سے بحث کرنا چاہتی ہوں۔ ہم میں سے بعض خوش نصیب بیبیاں تو ایسی ہیں جو حقوقِ الٰہی کے ساتھ ساتھ حقوقِ شوہر کو بھی جیسا کہ چاہیئے پورا کر کے سعادت

دارین حاصل کرتی ہیں۔ لیکن بعض خدا کی بندیاں ایسی بھی ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے حقوق (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ) سے بخوبی واقف ہیں اور خوشی کے ساتھ اُن کو ادا کرتی ہیں۔ جھوٹ، افترا، حسد، بغض، بخل وغیرہ سے بچتی ہیں۔ یہ وہ بیویاں ہیں جن کو یا تو توفیق الٰہی خود علم دین حاصل ہی یا اہل علم کی صحبت میسر ہی لیکن اکثر بیویاں فرائض شوہری سے بے خبر ہیں۔ بعض خبردار تو ہیں مگر اُس کے عمل سے محض اس خیال سے رُکتی ہیں کہ ہم گھر کی بیوی ہیں، شوہر کی باندی نہیں جو دبکر رہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہی کہ ایسا کرنے سے ہماری سہیلیاں ہم کو طعنہ دینگی اور شوہر کی نظر میں ہماری وقعت کم ہو جائیگی۔

افسوس! کیسا غلط خیال اور کسقدر خسارہ کی بات ہی۔ جب خدائے تعالیٰ نے مردوں کی بڑائی اپنے پاک کلام میں ظاہر فرمائی ہی (وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ) اور اُن کی اطاعت و فرماں برداری کی تاکید فرمائی ہی تو پھر اُس سے مُنھ موڑنا گویا فرمان الٰہی سے منحرف ہو جانا ہی۔ نعوذ باللہ منہا۔

بعض خدا کی بندیاں ایسی بھی ہیں جو ادائے حقوق کے لیے مستعد تو رہتی ہیں مگر چونکہ اُن حقوق سے کما حقہٗ واقفیت اُن کو نہیں ہوتی اس لیے ادا کرنے میں کبھی سُستی و کاہلی، کبھی غلطی و نادانی، کبھی خودی و نخوت اُن سے سرزد ہو جاتی ہی۔

ہر بیوی پر فرض ہی کہ اپنے شوہر کے حقوق سے پوری آگاہی حاصل کرے۔ خدا اور خاوند کو خوش رکھے۔ دُنیا میں ہنسی خوشی، پیار محبت سے زندگی بسر کرے۔ آخرت میں ثواب پائے حق تلفی کے عذاب سے بچے۔ مرد اچھی بیوی کو خدا کی نعمت سمجھکر اُس کے شکرانہ میں اگر

بیوی سے بمقتضائے بشریت کچھ بھول ہو جائے تو اُسے معاف کردیں۔ بیویوں پر لازم ہی کہ ان کے حقوق میں اگر مردوں سے کچھ کمی ہو جائے تو درگزر کریں۔ شکوہ شکایت سے اپنے شوہروں کے دل نہ دُکھائیں۔ دنیا کی زندگی اُن پر عذاب نہ کردیں بلکہ اپنے حقوق کی رو سے اُن کو ممنون رکھیں۔ حدیث پاک میں آیا ہی جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا (یعنی انسانوں کے دل خدا کی طرف سے کچھ ایسے ہی پیدا ہوئے ہیں کہ جب اُن پر احسان کیا جائے تو خواہ مخواہ اپنے محسن کی محبت اُن میں آجاتی ہی۔) یہ ظاہر ہی کہ بیویوں کا اپنے حق سے سہل گیری کرنا یعنی اُن کے حقوق میں سے جو مردوں نے ادا کردیا اُس سے خوش ہو کر شکرگزار ہونا اور جو رہ گیا اُس کا گلہ وشکوہ نہ کرنا ضرور مردوں پر احسان ہی۔ جب بیویاں مردوں پر احسان کرینگی تو مضمون حدیث کے موافق ممکن نہیں کہ مرد دل سے، زبان سے، عمل سے، صورت سے اُن کے شکرگزار نہوں، اُن سے محبت نہ کریں اور اپنے پرائے میں اُن کی عزت نہ بڑھائیں۔ جس گھر کے میاں بیوی ایسے ہونگے اُس میں کیسی برکت، کیسی رونق، کیسی شگفتگی، اور کسقدر آسائش ہوگی۔ اُن کو دُنیا ہی میں بہشت کا لطف حاصل ہوگا۔ اور عاقبت میں بھی انشاء اللہ العزیز بہشت ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ۔

شوہر کا مرتبہ

قیس ابن سعدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے شہر حیرہ میں دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے حضورؐ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ مقام حیرہ میں لوگ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں پھر ہم آپ کو سجدہ

کیوں نہ کریں؟ آپ تو زیادہ تر سجدہ کے مستحق ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ

یوں تم مجھے سجدہ مت کرو۔ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو بیشک عورتوں ہی کو دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں اُس حق کے سبب سے جو خدا نے شوہروں کے لیے اُن پر قرار دیا ہے۔

شوہر کی عظمت کا اِس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

ایک بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرا شوہر صفوان جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے، اور روزہ رکھتی ہوں تو کھلوا دیتا ہے اور خود صبح کی نماز سورج نکلتے وقت پڑھتا ہے۔ حضرت صفوان بھی اُس وقت حاضر تھے۔ آپنے اُن سے فرمایا یہ کیا کہتی ہے؟ عرض کی یہ نماز میں دو سورتیں پڑھتی ہے حالانکہ میں پیشتر اس کو منع کرچکا ہوں کہ بڑی بڑی اور دو سورتیں نہ پڑھا کرے۔ آپنے فرمایا کہ بالفرض اگر ایک ہی سورہ ہوتی تو سارے آدمیوں کو کافی ہو سکتی تھی۔ صفوان نے عرض کی یہ روزے برابر رکھے چلی جاتی ہے اور یہ مجھے ناگوار ہوتا ہے اس لیے کہ میرے آرام و کام میں خلل پڑتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ:۔

لَا تَصُوْمُ امْرَاَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا

یعنی کوئی عورت نفلی روزہ اپنے شوہر کی بغیر اجازت نہ رکھے۔

صفوان نے عرض کی کہ ہم خانہ دار آدمی ہیں ہماری عادت ایسی ہی ہوگئی ہے کہ قریب

طلوع آفتاب بیدار ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوا، ای صفوان جبوقت بیدار ہو جاؤ نماز پڑھ لیا کرو۔ جب احکام الٰہی میں تخفیف کی اجازت دی گئی ہی تو امور دنیوی میں جس قدر ہم اپنے شوہروں کے آرام و راحت کا خیال رکھیں کم ہی۔

شوہر کی اطاعت کا ثمرہ عاقبت میں

حدیث پاک میں آیا ہی کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنے شوہر کی فرمان بردار ہو وہ جس دروازہ سے چاہے بہشت میں چلی جائے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔

نافرمانی وایذادہی کی بابت ارشاد ہی۔

جب کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہی تو اُس کی بہشتی بیوی (حور) کہتی ہی۔

لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَكِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَكِ دَخِیْلٌ یُوْشِكُ اَنْ یُفَارِقَكِ اِلَیْنَا	یعنی مت ستا تو اس کو خدا کی مار ہو تجھ پر وہ تیرے پاس چند روز کا مہمان ہی عنقریب تجھے چھوڑ کر ہماری طرف آنے والا ہی۔

شوہر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا

بعض بیویاں اپنی بڑائی کے خبط اور نادان عورتوں کے طعنوں کے خیال سے شوہر کے کام یا خدمت سے رکتی ہیں و نیز یہ سوچکر کہ کام کرنے سے ہم شوہر کی نظر سے گر جائینگے (یعنی وہ ہم کو بجائے بیوی کے باندی سمجھنے لگینگے) لہذا ہم کو کسی کام سے ہاتھ نہ لگانا چاہیئے۔ حالانکہ تجربہ برعکس شہادت دے رہا ہی۔ ع ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

جب مرد بیویوں کو ہر وقت اپنی خدمت میں مستعد اور اپنے آرام و راحت کے سامان

مہیا کرنے میں ہمہ تن مصروف پائینگے تو کیا اس کے صلے میں وہ اُن کو ذلیل و بے توقیر کر دینگے؟ نہیں! بلکہ وہ اور زیادہ مہربان ہو جائینگے اور بہت اچھا برتاؤ کرینگے۔ عزت و محبت کی نظر سے دیکھینگے۔ دُنیا میں اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہوسکتی ہی کہ اپنا سرتاج اپنا حاکم مہربان ہو یہی تو ایک نظر ہی جس کے سیدھے رہنے سے ساتوں سُکھ ہوتے ہیں اور ہر ایک تکلیف و مُصیبت بے اثر معلوم ہوتی ہی اور اسی نظر کے پھر جانے ہی جگ اندھیرا ہوتا ہی۔ سچ ہے ؎

سائیں کی انکھیاں مہر کی تو سب جُھک جُھک کریں سلام

سیاں انکھیاں پھیریاں تو بیری مُلک جہاں ؎؎

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جو بیبیاں فی الحقیقت شوہروں کی نظروں پر چڑھی ہوئی اور دل میں سمائی ہوئی ہوں یا شوہروں نے محض اپنی عنایت اور خدا ترسی سے بظاہر اس عاجز مخلوق کی عزت بڑھا رکھی ہو تو اُن سے ساس، نندیں، بلکہ سارا خاندان محبت کرنے لگتا ہی۔ مشہور ہی کہ "جسکو پی چاہے وہی سہاگن"۔ واقعی دنیا کی سب نعمتیں اسی ایک دم سے وابستہ ہیں۔ خدانخواستہ یہ نہیں تو بیوی کا ڈھیر ہی۔ پھر نہ کھانے میں مزا نہ پہننے میں بیوی کا بناؤ سنگار، گھر کی آرائش و صفائی، دل کا آرام اور چین، زندگی کے لطف کا باعث یہی ایک ذات تو ہی۔ لہذا ہم کو اس نعمتِ عظمیٰ کی جان و دل سے قدر کرنی چاہیئے۔ بیشک بعض نافہم بیویاں کہتی ہیں۔ کہ "میاں کے سب کام اپنے ہاتھوں سے کر کر کے اپنی عزت خراب کر دی ہی"۔ مگر تھوڑے سے تحمل سے اُن کے طعنے بے اثر

ہوجاتے ہیں اور دل اس خوشی میں ڈوبا رہتا ہی کہ خدائے تعالیٰ نے ہم کو اپنے مجازی
مالکوں کی خدمت و اطاعت کی توفیق عطا فرمائی ہی جو ہمارے لیے دین و دُنیا کی راحت
و آسایش کا سبب ہے۔ ہمیشہ شوہر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا چاہیے اس میں دو فائدے
ہیں۔ ایک جسمانی، دوسرا روحانی۔ کام کرنے سے جو چستی اور پھرتی بدن میں پیدا ہوگی
وہ ہماری صحت کو بڑھائیگی۔ اور اس خدمت کے اثر سے جو بشاشت و خوشی شوہروں کے
بشرے سے نمایاں ہوگی اُس سے ہماری روح کو تازگی اور فرحت حاصل ہوگی۔
تقریباً سب مردوں کے دلوں میں یہ خواہش ضرور ہوتی ہی کہ جب ہم دُنیا کی
بکھیڑوں سے فارغ ہو کر گھر میں آئیں تو گھر کی بیوی ہمارے لیے اسباب راحت مہیا رکھے
اور ایسی خاطر و مدارات کرے اور وہ خلوص ہمارے ساتھ برتے جس سے ہماری
ساری زحمت و کلفت کی تلافی ہوجائے اور گھر ہمارے لیے دار السرور بنجائے۔
دیکھو! کسان کھیت کے کام سے فارغ ہو کر تھکا ہارا گرد آلودہ پسینے میں ڈوبا
ہوا دوپہر اور شام کو جب اپنے گھر آتا ہی اور گھر والی پانی لا کر اُس کا منھ ہاتھ دُھلواتی ہی
اور آرام سے ایک چارپائی پر بٹھاتی ہی اور جو جوار کی روکھی سوکھی روٹی قدر و محبت
سے اُس کے سامنے رکھکر خود پنکھا جھلکر اُسے کھلاتی ہی تو اس کا سارا تھکان جو ہل جوتنے
اور کھیت کھودنے سے ہوا تھا آناً فاناً میں دور ہوجاتا ہی اور تھوڑی دیر میں وہ ایسا ہشاش
بشاش نظر آتا ہی گویا کہ کچھ محنت کی ہی نہ تھی۔ اعلیٰ اور متوسط درجہ کے لوگ ایسے کام
تو کرتے نہیں جنسے اُن کے ہاتھ پاؤں کو ادنیٰ درجہ کے مردوں کی طرح تکلیف ہو۔ بلکہ

وہ زیادہ تر اپنی دماغی قوت صرف کرتے ہیں یعنی اکثر کچہریوں اور مدرسوں وغیرہ میں کام کرتے ہیں اور بعض صاحب مقدور اپنے گھر پر لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ان میں بھی بعض شکار کے شائق اور سیر کے دلدادہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی دُھن میں دن بھر ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر شکار کی تلاش میں دوڑتے پھرتے ہیں ایسے موقعوں پر اگر اُن کی واپسی اور کھانے میں دیر ادیر ہو جائے تو کبھی بد دماغ نہ ہونا چاہیئے بلکہ خوشی کے ساتھ اُٹھکر اُن کا شکاری لباس بدلوا کر منہ ہاتھ صاف کرا کے سلیقے سے کھانا کھلا کر ٹھنڈی ہوا میں صاف ستھرے بستر پر آرام سے سلانا چاہیئے اُس وقت باتیں بھی ایسی ہی کرنی چاہئیں جنسے اُن کا دل بہلے اور تکان رفع ہو۔ یہ نہیں کہ میاں کو جب کھا پی کر اطمینان سے چارپائی پر پڑے دیکھا، دنیا بھر کے قصّوں اور بکھیڑوں کی بکواس شروع کردی۔

صبح اوّل وقت اُٹھکر ضروری چیزوں کا انتظام خود کرکے میاں کے اُٹھنے سے پہلے کل سامان پانی، تولیہ، مسواک، منجن، صابون، صبح بدلنے کے کپڑے، جانماز، میز، کرسی، کنگھی، آئینہ، تیل، چا، ناشتہ وغیرہ تیار رکھنا اور خود خوشی اور چستی سے حاضر رہنا ہر بیوی کا فرض ہے۔ خواہ ان ضروریات کا اہتمام خود اپنے ہاتھ سے کریں یا خادماؤں کے ذریعہ سے۔ کم از کم اپنی نگرانی ضرور ہونی چاہیئے۔ خود دن چڑھے اُٹھنا اور میاں کے کاموں کو نوکروں پر چھوڑ دینا اچھا طریقہ نہیں۔

کھانا مردوں کے کھانے کا کوئی قاعدۂ کلیہ مقرر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے

کہ مزاج مختلف واقع ہوئے ہیں۔ کسی کو کچھ پسند ہی اور کسی کو کچھ۔ ہر بیوی کو مزاج پہچان کر عمل کرنا چاہیئے۔ مثلاً بعض مردوں کی طبیعت بڑے اور بھاری گلاس میں پانی پینے اور بڑی بڑی بے موقع رکابیوں میں کھانا کھانے سے مکدر ہوتی ہی۔ چھوٹی تشتریوں اور موزوں پیالوں میں مختلف قسم کا تھوڑا تھوڑا کھانا اُجلے اور بے داغ دسترخوان پر اُن کے سامنے رکھا جائے تو وہ بہت خوشی سے کھاتے ہیں کیونکہ ایسی چیزیں اُن کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اِس کے ساتھ اگر سلیقہ شعار بیوی پاس بیٹھکر وہ مرغوب طبع کھانا کھلائے تو یقیناً اُن کی بھوک دوچند ہو جاویگی اور ایسے کھانے سے جو لطف و حلاوت اُن کو ہوگی اُس کا اندازہ کیا ہو سکتا ہی۔ یہ لوگ عموماً کم خوراک ہوتے ہیں تھوڑا سا لذیذ کھانا کافی ہوتا ہی سلیقہ البتہ زیادہ چاہتے ہیں۔ عام طور پر کھانا گھروں میں پکتا ہی یہ قاعدہ بھی عام ہی کہ سب کے لیے ایک ہی سالن ہوتا ہی۔ پہلے اُس میں سے مرد کھاتے ہیں پھر عورتیں۔ یہ طریقہ خوب نہیں۔ مردوں کے لیے تھوڑا گوشت زیادہ روغن کا علیحدہ پکوانا چاہیے۔ اس کے سوا ایک دو چیز اور بھی تیار کرا لینی چاہیے جو اُن کو مرغوب ہو۔ کھانا پکتے وقت خود باورچی خانہ میں جاکر اُس کا نمک مرچ اور روغن درست کرانا چاہیئے ماماؤں کے بھروسہ پر مردوں کا کھانا نہ چھوڑنا چاہیئے۔ یہ لوگ محنت کرنے والے ہیں۔ لہذا ان کو خوش ذائقہ و مرغوب طبع غذا کی بہت ضرورت ہی۔

لباس

مرد چونکہ باہر پھرتے ہیں اور ہر حیثیت کے آدمیوں سے ملتے جلتے ہیں اس لیے اُن کو نسبت عورتوں کے اچھے لباس کی ضرورت زیادہ ہی۔ یہ ضرور نہیں کہ

قیمتی کپڑا حیثیت سے بڑھکر ہو، بلکہ مطلب یہ ہی کہ خواہ وہ کسی قیمت کا ہو مگر موزوں ترشا اور صاف سلا ہوا ہو۔ درزیوں کی عادت ہوتی ہی کہ کیسا ہی اچھا کپڑا اُن کو دیا جائے وہ اُسے کترچھانٹکر تنگ اور اونچا کر دیتے ہیں جو بعض اوقات پہننے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ جو درزی اچھا سیتے ہیں وہ اُجرت بھی زیادہ مانگتے ہیں جنکو اسقدر دینے کا مقدور نہیں وہ گھٹیا درزیوں کے ہاتھ کے ترشے ہوئے اونچے بنڈے انگرکھے اور کانے کترے کُرتے پہنے پھرتے ہیں۔ بیویاں خود اپنے ہاتھ سے ٹھیک اور موزوں لباس اُن کے لیے تیار کریں تو کیا حرج ہی؟ یہ عذر تو ٹھیک نہیں کہ "وہ ہمارے ہاتھ کے سلے ہوئے کپڑے پسند ہی نہیں کرتے پھر ہم سیکر کیا کریں" ویسا ہی سینا چاہیئے جیسا کہ اُن کو پسند ہو۔ نہ آئے تو کوشش کرکے سیکھنا چاہیئے آخر کرتے کرتے ہر کام آ ہی جاتا ہی۔ اب تو خاصا یہ بہانہ ہی کہ "مرد قمیص، شیروانی، پتلون وغیرہ پہنتے ہیں۔ ہم ایسے کپڑے کیونکر تیار کر سکتے ہیں"

میرے خیال میں یہ بھی چنداں دشوار نہیں ہی۔ میں نے ایک بیوی کو شیروانی وغیرہ مشین پر سیتے ہوئے دیکھا ہی۔ کیا وہ ہماری طرح عورت نہیں ہیں؟ کیا ہم دل پر رکھیں تو ایسے کپڑے تیار نہیں کر سکتے؟

صفائی

ہر مہذب گھر میں مردوں کی جگہ علیحدہ ہوتی ہی۔ خواہ وہ کوئی کمرہ ہو یا دالان، کوٹھری ہو یا صفہ جو کچھ بھی ہو اُس کو خاص اپنے اہتمام سے صاف ستھرا رکھنا چاہیئے میز، کرسی، کتابیں، قلمدان وغیرہ کی دیکھ بھال دن میں کئی کئی بار ضرورت ہوتی ہی، کیونکہ یہ چیزیں تھوڑی دیر میں گرد آلود ہو جاتی ہیں۔ اگر چلتے پھرتے دو ہاتھ

صفائی کے اوپر لگتے رہیں تو ہر وقت صاف نظر آئیں۔ پلنگ کی چادر، تکیوں کے غلاف اوڑھنے کی چادر ہفتے میں دوبار یا ایک بار بدلنی چاہیئے۔ فرش، قالین وغیرہ دو وقت چاء کے برتن، خاصدان، اگالدان، گلاس، صراحی، لیمپ کی چمنیاں، گلوب وغیرہ روزمرہ کی استعمالی چیزیں صاف ہونے کے بعد خود دیکھ لینی چاہئیں نوکروں پر چھوڑ دینے سے استعمال کیوقت دوبارہ صاف کرانے کی ضرورت پڑتی ہی علاوہ انتظار کے بے تمیزی کا داغ اپنے اوپر بھی تو آتا ہی پھر کیا ضرورت ہی کہ ذراسی کاہلی کی خاطر چوٹ رہیں۔ انتظام خانہ داری میں باورچی خانہ کی صفائی بھی ضروری ہی۔ کھانا کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو اگر صفائی و سلیقے سے پکایا جائے تو وہی بڑے قیمتی کھانوں سے زیادہ مزیدار معلوم ہوتا ہی۔

مردوں کا مزاج خدائے تعالیٰ نے نہایت لطیف و پاکیزہ بنایا ہی جیسے وہ خود ہر وقت پاک وصاف رہتے ہیں ایسے ہی بیویوں کو اجلی سجلی، نہائی دھوئی صاف دیکھنے سے خوش ہوتے ہیں۔ نفاست پسند مرد میلی اور کثیف بیویوں سے مکدّر رہتے ہیں بعض اوقات تکدّر تنفّر کی حد پر پہنچ کر گھر بگڑ جاتا ہی۔ یعنی دوسری بیوی آجاتی ہی۔ ہمیشہ اپنے جسم و لباس کی صفائی کو سب امور پر مقدّم رکھنا چاہیئے۔ لباس اور کنگھی چوٹی سے درست رہنا گھڑاپے کی علامت ہی۔ لباس وہی پہنو جو شوہر کو پسند ہو اپنی مرضی کو ہرگز دخل نہ دو۔ اگر وہ تمھارے لباس میں کچھ ترمیم و تبدیل کا منشا ظاہر کریں تو خوشی سے منظور کر کے فوراً تعمیل کرو۔ اگر سادہ اور صوفیانہ لباس پسند کریں تو اُسی کو اختیار کرو اگرچہ وضع سراسر تمھارے مزاج کے خلاف ہو خوشنمائی اور عزت اُسی لباس میں ہی جسکو شوہر اچھا کہے۔ یہی طریقہ زیور

میں اختیار کرنا چاہیئے۔

پان کھانے کا ڈھنگ

ہندوستان میں پان کھانے کا دستور عام ہی بعض بیویاں تو دن بھر پان چباتی رہتی ہیں اور بعض موقعہ موقعہ سے کھاتی ہیں اور بعض بالکل ہی نہیں کھاتیں میرے خیال میں دوسرے درجہ والیاں قابلِ تقلید ہیں۔ زیادتی میں فضول خرچی اور بدتمیزی دونوں باتیں ہیں اور بالکل نہ کھانے سے بھی مُنھ میں بو آنے لگتی ہی۔ کھانا کھانے کے بعد ضرور پان کھانا چاہیے۔ پان سے مُنہ اور دانت صاف ہوجاتے ہیں۔ اور عرق سے جی خوش ہوتا ہی۔ نزلہ وغیرہ کو بھی نہایت مُفید ہی۔ خصوصًا جاڑہ میں پان سے بہت نفع ہوتا ہی۔ گرمی میں گرم مزاج والیاں پان کھانا کم کردیتی ہیں۔ جو معتدل مزاج ہیں وہ ہر موسم میں برابر کھاتی ہیں۔ لیکن پان کھانے کا ڈھنگ ہر ایک بیوی کو نہیں آتا۔ سلیقے والیوں کا تو پان کھا کر سنگار ہوجاتا ہی اور بدتمیزوں کی صورت اور بدنما ہوجاتی ہی۔ اُن کے پان کھانے کا طریقہ یہ ہی کہ رات دن گلوری پر گلوری مُنھ میں بھرتی رہتی ہیں۔ ہر وقت دو تین تولہ چھالی رُخسارہ میں جمع رہتی ہی اُسی پر دوسرا بیڑا پُہنچ جاتا ہی جس کی وجہ سے مُنھ ٹیڑھا ہی نظر آتا ہی، اور چھالی رخسارہ میں اپنے رہنے کے لیے ایک گڑھا بنا لیتی ہی کہ اگر اتفاق سے کسی وقت مُنھ خالی بھی ہو تو بھی رُخسارہ اُبھرا ہوا معلوم ہوتا ہی۔ دانت اور زبان سیاہ ہوجاتی ہیں، اور بدبو تو بلا مبالغہ بغیر صاف کیے ہوئے اوگالدان کی سی آتی ہی۔ اس سے پاکیزہ مزاجوں کو نفرت ہوتی ہی۔ عادت ہو تو زیادہ پان کھانے کا مضائقہ نہیں بشرطیکہ سلیقہ سے کھایا جاوے۔ دو تین وقت دانت مسواک وغیرہ سے صاف کیے جائیں۔ ایک پان

میں دوسرا پان نہ ملایا جائے، ہمیشہ سوتے وقت کلی کی جائے، چھالی کم ڈالی جائے۔ مُنھ بھر لینے سے بات کرتے وقت چھینٹیں اُڑ کر دوسروں کے منھ پر پڑتی ہیں، یہ انتہا ہی بدسلیقگی کی۔

پان دان کی صفائی پاندان ہمیشہ صاف رکھو۔ کتھے، چونے کے داغ کلھیوں اور ڈبیوں پر خراب معلوم ہوتے ہیں۔ سگھڑ بیویوں کے پاندان ہر وقت صاف ستھرے رہتے ہیں وہ ہمیشہ تمیز سے پان بنا کر اپنے خاصدان میں رکھ لیتی ہیں اور پاندان سلیقے سے ایک طرف رکھا رہتا ہی۔ جب خاصدان کے پان ہو چکے اَور بنا لیے۔ اس میں ایک تو یہ آرام ہوتا ہی کہ پان ہر وقت تیار رہتے ہیں، بار بار بنانے کی دقت نہیں پڑتی۔ دوسرے یہ کہ دیر کا بنا ہوا پان مزیدار ہوتا ہی۔ خاصدان کا رواج اب بہت کم ہو گیا ہی۔ بجائے اُس کے ڈبیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ اگرچہ اُن میں پان محفوظ رہتے ہیں مگر مجھے تو خاصدان ہی پسند ہی۔ یہ پُرانا ظرف بہت ہی مُبارک ہی خاصکر مجھے اس سے جو نفع ہوا ہی وہ بیان نہیں کر سکتی۔ میرے اس فقرہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ خاصدان سے نفع کیا ہو سکتا ہی سوائے اس کے کہ اس میں پان محفوظ رہیں اور گلوریاں تیار رہیں؟ اس کا جواب مصلحتاً قلم انداز کیا جاتا ہی۔

سلیقہ ہر چیز کو اُس کی جگہ پر رکھنا یہ سلیقے کی بات ہی۔ مثلاً خواب گاہ و نشست گاہ کے لیے جو اسباب ضروری اور کارآمد ہی وہ ہر وقت وہاں مہیا و موجود رہنے، تاکہ ضرورت کے وقت تلاش کرنے کی دقت نہ ہو۔ ہر چیز اپنی جگہ پر قرینہ سے رکھی جائے

تو آرام اور مکان کی سجاوٹ دونوں مطلب نکلتے ہیں۔ لینے اور برتنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اگر تِتر بِتر بکھرے رہیں تو ضرورت کیوقت ادھر اُدھر سر مارنا پڑتا ہے۔ یہ انتظام جب ہی ہو سکتا ہے کہ گھر کی بیوی کمرہ کی حالت پر ہر وقت نظر رکھے۔ جو چیز برتنے کو لی جائے وہ بعد فراغت وہیں پہنچادی جائے جہاں سے اُٹھائی تھی۔ کمرہ کے لیے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟ اس کی کوئی فہرست مرتب نہیں ہو سکتی کیونکہ ضرورتیں اور حیثیتیں مختلف ہیں۔ ہر بیوی اپنے شوہر کے آرام و استطاعت کے موافق اسباب رکھ سکتی ہے۔ بتانا یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہو وہ ایسے موقع سے رکھا جائے کہ خوشنما معلوم ہو اور سلیقہ ظاہر کرے۔ مثلاً آئینہ، کنگھی، صابون بدن یا منہ صاف کرنے کی تولیا، مسواک، منجن، پوڈر، پاؤں ملنے کے جھانویں، کھل کا کٹورہ چھاننے کی چلنی، تیل کی پیالی، کپڑے پہننے کے لیے کوئی کرسی یا کوچ وغیرہ، کھڑاویں، کھونٹیاں، آب گرمہ، آفتابہ، چوکی، ٹھنڈے پانی کا برتن، غسلخانہ کا لوازمہ ہے۔ ان میں جو چیز نہ ہوگی تکلیف ہوگی۔ وعلیٰ ہذا ہر جگہ کے لیے اُس کے مناسب اسباب کی ضرورت ہے لہذا ادھر بھی توجہ کی ازبس احتیاج ہے۔

رازداری شوہر کی ہر بات کو دل میں امانت رکھنا بے اجازت کسی پر ظاہر نہ کرنا بیوی کا اہم فرض ہے۔ جو بیوی رازدار نہیں وہ بیوی نہیں۔ کیونکہ قدرت کا منشا یہی ہے کہ بیوی خاوند کی رازدار، غمگسار ہو۔ خوشی کو بڑھانے والی، غم کو گھٹانے بلکہ دُور کر دینے والی، دل کی بات سُننے اور اُسے پردۂ دل میں چھپا رکھنے والی بیوی ہی تو ہوتی ہے، جس میں یہ اوصاف نہیں وہ ہمدمی و ہمسری کے مرتبہ سے بہت دُور سمجھی جائیگی۔ چونکہ

بہت کم بیویاں رازدار ہوتی ہیں، اس لیے اکثر مرد اپنے دل کی بات اُن پر ظاہر نہیں کرتے کسقدر افسوس کی بات ہی کہ مردوں کی نظروں میں ہم بے اعتبار ٹھہریں اور رازداری کا طریقہ اختیار نہ کریں منجملہ اس کے شوہر کی چاہت اور بے توجہی کو بھی بلا ضرورت ظاہر ہونے دے اس لیے کہ ممکن ہی (خدا وہ دن کسی کو نہ دکھائے) کسی وقت طبیعت کا حال دگرگون ہو جائے اور نصیب دشمناں وہ چاہت نہ رہے تو مخالفین کو ہنسی کا موقع خوب ملتا ہی اور اُس مضحکہ سے اپنا جی اور بھی جلتا ہی گویا دل پر دوہری مار ہوتی ہی ایک میاں کے ہر جانے کی دوسرے لوگوں کی ہنسی کی - اس سے یہ مطلب نہیں کہ شوہر کی چاہت کو ڈبیہ میں بند کر رکھے کسی پر کھُلنے ہی نہ دے بلکہ مقصود اعتدال ہی ہی - یعنی جس قدر ہو اُس سے کسی قدر کم اظہار ہو، نہ یہ کہ میاں کے منھ چڑھکر آسمان پر پاؤں رکھدیں اور کسی کو اپنے برابر ہی نہ سمجھیں - بے توجہی کو دوسروں کی نظر حقارت سے بچنے کی غرض سے مخفی رکھنا ضروری امر ہی - جیسے شوہر کی رازداری بیوی پر فرض ہی ایسے ہی اُس کا مال بغیر اجازت صرف کرنا امانت داری کے خلاف ہی - اگر ضرورت ہو تو استمزاج کر لینا چاہیئے -

اعزہ سے برتاؤ ساس سُسر کی خدمت و خوشنودی، دیگر اعزہ سے اچھا سلوک یہ بھی شوہر کی اطاعت میں داخل ہی - سسرال کے ہر چھوٹے بڑے سے محبت اور نرمی کا برتاؤ اُن کی زیادتی پر صبر کرنا مقابلے اور بدلے کے خیال کو دل سے دُور رکھنا شوہر سے شکوہ نہ کرنا طرفین کی محبت کو مضبوط و مستحکم کرنے کا اچھا گُر ہی - جن کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہی وہ بے تامل یہ امر تسلیم کرتے ہیں کہ جیسا بیج بویا جائے گا ویسا ہی پھل ملیگا - جب

ہمارے برتاؤ کی بُنیاد محبت و نیک نیتی پر قایم ہوگی تو دوسروں کے دلوں پر کہاں تک اثر نہوگا۔ ہماری صنف میں ساس کا وقار صرف اسقدر ہی کہ اُس کی بات ہمیشہ قابل تردید سمجھی جائے۔ چنانچہ لڑکیوں کو سسرال جاتے ہی یہی نصیحت ہوتی ہی۔ کہ "گربہ کشتن روز اول"۔ وہ جاتے ہی ساس کے پیچھے جھاڑ کا کانٹا ہوکر لگ جاتی ہیں۔ بیچاری ساس کا ناک میں دم ہوتا ہی۔ کل کی بات ہی ایک ماں نے بیٹی سے رخصتی کے وقت کہا کہ "جب تک خاوند سے اس بات کا پختہ اقرار نہ لے کہ (وہ ہمیشہ تجھ سے اور تیرے عزیزوں سے دلی محبت رکھے گا اور اپنے خاندان کی طرف رُخ نہ کریگا) بات مت کیجیو"۔

سعادتمند بیٹی نے ایسا ہی کیا دو مہینے تک میاں سے کلام نہ کیا آخر میاں تنگ ہوگئے تو خاموشی و بے توجہی کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بیوی صاحبہ کا منشا، ایسا ہی۔ بسر و چشم کہکر منظور کیا۔ اور آجتک اُسی پر کاربند ہیں۔ بیوی کے کہنے پر جان و مال سے فدا ہیں اپنے عزیزوں کی طرف محبت سے نظر بھی اُٹھائیں تو بیوی گھر کا بن کردیں باوجودیکہ میاں پر پورا قابو ہی تاہم یکجہتی و محبت کا نام نہیں آٹھ پہر کل کل پڑی رہتی ہی۔ کبھی بیوی روٹھ کر میکے جاتی ہیں کبھی اٹوانی کھٹوانی لیکر گھر کے کسی کونہ میں جا پڑتی ہیں زندگی تو یوں گزر رہی ہی۔ عاقبت میں اعزہ کی حق تلفی کا بدلہ جو ہوگا وہ علٰحدہ۔ دنیا کی زندگی جو عذاب ہو رہی ہی وہ بھی اسی حق تلفی کا وبال سمجھو۔ ان واقعات پر ساس کو جسقدر افسوس ہو کم ہی۔ اس لیے کہ وہ کیسے ارمان و آرزوں سے بہو بیاہ کر لاتی ہیں اور چند ہی روز بعد معاملہ برعکس نظر آتا ہی۔ یہ بالکل غلط فہمی ہی کہ اس بیجا برتاؤ سے گھر میں ہماری عزت اور حکومت ہوگی،

یاد رکھنے کی بات ہی کہ انسان کی عزت و وقعت حُسن سلوک و خدمت سی ہوا کرتی ہی ہمیشہ اپنی ساس نند وغیرہ سے ماں بہنوں کی طرح محبّت رکھو، اپنی خدمت گزاری اور تابعداری سے اُن کو خوش رکھو۔ پھر دیکھو وہ کیسی قدر و منزلت کرتی ہیں اور شوہر کسقدر رضامند رہتا ہی۔ اگر کسی وقت شیطان کے ورغلانے سے ساس، خسر، شوہر وغیرہ کے روبرو کوئی گستاخی ہو جائے تو بے تامّل معافی چاہو۔ اِس میں شرم ہرگز نہ چاہیئے۔

سوتیلے بچّوں سے تاؤ رکھنا اور اُن سے جلنا مستورات کا خاصہ لازم ہی لیکن اگر عقل سے کام لیا جائے تو وہ بچّے حقیقت میں قابلِ رحم ہیں اِن کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھنا چاہیئے۔ سچ پوچھو تو اپنی اور شوہر کی پہلی اولاد میں کچھ بھی فرق نہیں۔ بلکہ وہ بن ماں کے بچّے زیادہ تر محبّت و شفقت کے مستحق ہیں۔ ہمیشہ شوہر سے اُن کے حق میں اچھّی بات کہو۔ اُن کی شوخی و شرارت کی شوہر سے شکایت ہرگز مت کرو۔ بلکہ نرمی و سہولت سے خود ہی فہمائش کرتی رہو۔ سوتیلے بچوں و دیگر اعزہ سے بیر بُغض رکھنا رات دن کے شکوے شکایت شوہر کی دلشکنی و ایذا دہی کے لیے کافی سامان ہی۔ میرا خیال ہی کہ جو بیوی اپنے شوہر سے دلی محبّت رکھتی ہی وہ ہمیشہ سوتیلی اولاد اور تمام عزیزوں سی خوش خلقی و محبّت کا برتاؤ کرتی ہی۔ خلاصہ یہ کہ ان تمام فروعات کی اصل وہی ایک شے ہی۔ یعنی محبت و قدرشناسی۔ خدا ہر بوی کو شوہر کی سچی محبّت و قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ کئی سال کا ذکر ہی کہ ایک سیدانی اپنی بہو کو ساتھ لیکر حج کو نکلیں اُس قافلے میں اکثر آدمی میرے عزیزوں میں سے تھے اس لیے وہ سب آگرہ میں ہمارے

یہاں ٹھہرے۔ بیچاری سیدانی کے پاس سوائے ہاتھ پاؤں کی خدمت کے اور کیا تھا اسی
پر آمادہ ہو کر گھر سے نکلیں تھیں۔ اُن کی بہو کی یہ حالت تھی کہ سب کو کھانا کھلانا، وضو کرانا
بستر درست کرنا، نہانے کو پانی رکھنا غرض سارے کام اکیلی کرتی تھی۔ کوئی کام ایسا نہ چھوڑتی
تھی جس کے لیے اُس کی ساس کو بلانے اور تکلیف دینے کی ضرورت ہوتی گویا ساس کے
حصہ کا کام بھی وہ خود ہی کر لیا کرتی تھی۔ صبح سے رات کے گیارے بجے تک برابر کام میں
مصروف رہتی تھی۔ تیسرے دوپہر کو جب سب کے کاموں سے فارغ ہوتی تو اپنی ساس کے
پاؤں دباتی۔ ساس اُس کو اپنی بیٹی سے زیادہ چاہتی تھی ایک دم آنکھ سے اوجھل ہونا گورا
نہ تھا۔ سوائے ہنرمندی اور خدمت گزاری کے اور کیا وجہ تھی جو ساس اُس پر نثار تھی۔

ہر دلعزیز بننے کا عاجزی اور خدمت اچھا نسخہ ہے۔

دل کی قدر ہمیشہ شوہر کے دل کی قدر کرنی چاہیئے۔ اتفاق و نفاق کا دارمدار
اسی ایک شے پر ہے۔ ہندوستان کے جو شہر اور قصبے میں نے دیکھے ہیں تقریباً کسی گھر
میں اتفاق دیکھنے کو نہیں پائی۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر گھر میں لڑائی جھگڑے دیکھے بلکہ میں
اتفاق اسے سمجھتی ہوں اور حقیقت میں اسی کا نام اتفاق ہے کہ طرفین میں ایسا اتحاد ہو کہ
ایک کے دل کی افسردگی دوسرے کو افسردہ کرے اور ایک کا سرور دوسرے کو پُرسرور
بنا دے۔ یا یوں سمجھو کہ دونوں دل ایک ہی وجہ سے افسردہ اور ایک ہی سبب سے شگفتہ
ہوا کریں۔ کیسے خوش نصیب ہیں وہ جو ایسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ کسی تکلیف کی اُن
کو پروا ہے نہ کوئی مصیبت اُن کو ہراساں کرتی ہے۔ ایک دوسرے کا ہمدرد و مونس ہوتا ہے

اِس طرح مُصیبت بھی بے حقیقت معلوم ہوتی ہی۔ ایسا اتحاد اور یہ خلوص اُن میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور کرنے سے پیدا ہوتا ہی جو غلطی سے خفیف سمجھی جاتی ہیں۔ اُن سب کی اصل یہ ہی کہ بیویاں شوہروں کے دل کی قدر نہیں کرتیں اور نہ کبھی اُن کی محبت کی شکرگزار ہوتی ہیں۔ جب وہ محض اپنی خوشی سے کسی شہر کی کوئی سوغات لاکر دیتے ہیں تو اُن کی دلی آرزو یہی ہوتی ہی کہ ہمارے اس تحفہ کی بہت قدر کی جائے اور خوشی سے لیکر برتا جائے تو ہم کو اپنی تلاش و انتخاب کی داد ملجائیگی۔ علیٰ ہذا ہر چیز اور ہر بات میں اُن کے دلوں میں یہی تمنا ہوتی ہی۔ مگر بیویوں کا مزاج خیر سے عرش پر ہوتا ہی۔ وہ کب اس عطیہ کو خاطر میں لاتی ہیں۔ اِس سے تو وہ نہ دیدی کہلائینگی۔ اگر عطیہ کوئی زیور یا کپڑا ہی تو شیخی کے مارے کبھی اُس کو ہاتھ یا گلے میں نہیں ڈالتیں ہمیشہ بکس میں پڑا رہتا ہی۔ یہ دل شکنی کی بات نہیں تو کیا ہی جو عموماً ہر بیوی میں پائی جاتی ہی۔؟ سچ کہو! جب کوئی چیز اپنی کسی سہیلی کو دو اور وہ بے توجہی سے لیکر ایک طرف رکھدے تو تم خوش ہوگی یا یہ کہوگی کہ خاک دیدوں میں ہم نے تو تحفہ دیا اُن کے بھاؤں بھی نہوا۔ اِسی پر قیاس کرلو کہ جب مرد کچھ لاتے ہیں تو اُس میں اُن کے دل کی خوشی اور زحمت دونوں باتیں شامل ہوتی ہیں۔ یعنی خوشی سے لاتے ہیں اور اس کے بہم پہنچانے میں زحمت اُٹھاتے ہیں خواہ وہ زحمت کم ہو یا زیادہ کم سے کم اتنی تو ضرور ہوتی ہی کہ خود بازار جاکر لائیں یا گھر پر کسی سوداگر سے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اُسے اس اُمید پر خریدیں کہ بیوی صاحبہ دیکھکر خوش ہونگی برخلاف اس کے بیوی اُسے ناپسند کریں تو خیال کرلو کہ اُن کے دل پر کیا اثر ہوگا، اور اُس اثر سے جو

نتیجہ پیدا ہوگا وہ کیسا تکلیف دہ ہوگا۔ یعنی دل میں جو محبت و گنجائش ہوگی اُس میں فرق آنا شروع ہوگا اور رفتہ رفتہ ایک خاص حد پر پہنچکر نفاق پیدا ہوجائیگا۔ بہت کم بیویاں ہیں جو اس قسم کے اُمور کا لحاظ کر کے اُن کے خراب نتیجہ سے محفوظ رہتی ہیں۔ نااتفاقی کے اور بھی بہت سے اسباب ہیں مگر چونکہ سب کا تعلق دل سے ہے اِس لیے میں نے اس مضمون کا موضوع دل کی قدر رکھا ہے۔ جس دل کی قدر کی جائیگی وہ ہمیشہ کدورت و ملال سے پاک و صاف رہیگا یہ صحیح ہے کہ سب مزاج یکساں نہیں ہوتے مگر مصلحت پر نظر کر کے اپنے مزاج کو دوسرے کے موافق بنالینا ایک حد تک ہر ذی فہم کے اختیار میں ہے۔ ابتدا میں زحمت ہوتی ہے۔ مگر کچھ ایسی عادت ہوجاتی ہے کہ شوہر ہی کی مرضی پر چلنے سے جی خوش ہوتا ہے۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۰۲ء کے پرچۂ تہذیب نسواں میں ایک مضمون بعنوان "محبت" شایع ہوا تھا۔ اُس میں دوسرے درجہ کی محبت میاں بیوی کی بتائی گئی تھی، اور یہ بھی لکھا تھا کہ طرفین باہم توقع رکھتے ہیں کہ "ہم دنیا میں ایک دوسرے کے رازدار مونس و غمگسار ہوں" اِس میں کلام نہیں بیشک ہر دل میں یہی آرزو ہوتی ہے مگر کوئی بیوی اپنے تجربہ سے ثابت کرسکتی ہیں کہ یہ توقع پوری بھی ہوتی ہے؟ میرا خیال ہے کہ سو میں پانچ کی بلکہ ایک ہی کی یہ تمنا پوری ہوتی ہو۔ اس مضمون میں تمثیلاً یہ شعر بھی لکھا گیا تھا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگرے

زبان سے "من تو شدم، تو من شدی الخ" کہدینا بہت آسان ہے۔ لیکن ایسا کر کے دکھادینا

مشکل اور بہت مشکل ہی - ایک جان اور ایک دل ہونا جب ہی کہ طرفین کا باہمی برتاؤ بزبان حال کہہ اُٹھے کہ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی الخ افسوس ہی کہ ایسے خوش قسمت اسقدر کم ہیں کہ اُن کے شمار کرنے سے ہاتھوں کے پورے بھی بچ رہتے ہیں - وجہ یہ ہی کہ طرفین کی توجہ اِس طرف مطلق نہیں ہی -

محبّت کی قدر اور اُس کا شکریہ

اگر شوہر ہم سے محبت کرے اور ہر حالت میں ہمارا خیال رکھے، ہمارے عزیزوں کے ساتھ خوش خلقی و محبّت سے پیش آئے ہماری خوشی سے خوش اور ہماری افسردگی سے افسردہ ہو تو کیا یہ مناسب ہی کہ ہم اُس کی محبت اور ہمدردی کے بدلے میں (یہ سمجھکر کہ شوہر کو ہمارے ساتھ دلی اُلفت ہی - بعل پیارا تو اُس کا خیال بھی پیارا جو ہم کہینگے وہی کریگا) ایسا سلوک اُس سے کریں جس سے اُس کے محبت بھرے دل کو زحمت ہو - اگرچہ وہ اپنی عالی ظرفی و بلند حوصلگی سے ہمارے بُرے برتاؤ کا بدلا ہم سے نہ لے - ہمیشہ کی طرح نباہے جائے، لیکن یہ یقینی بات ہی کہ ہمارے اس طریقے سے اُس کا دل ضرور دُکھے گا - اور ہوتے ہوتے دلی محبت میں کمی واقع ہوگی - یہ اور بات ہی کہ وہ اپنے تحمّل سے کمی کو بھی چھپائے رکھے مگر حقیقت میں جو برتاؤ دل سے ہوا کرتا تھا وہ ظاہر داری کا رہ جائیگا - ایسی حالت میں طرفین کو کیا خاک خوشی حاصل ہو سکتی ہی - کاٹو کی ملت سے تو اور انقباض ہوتا ہی - ہم کو چاہیئے کہ اپنے چاہنے والے کی دل سے قدر کریں اور ویسا ہی خلوص برتیں جیسا کہ ہم سے برتا جاتا ہی - ہر موقع پر وہی چال چلیں جس سے وہ راضی و خوش رہے - اپنی خوشی یا اپنے کسی عزیز کی طرفداری کے خیال سے اُسے ایسے

امر کے لیے مجبور نہ کریں جو اُس کے مزاج کے برخلاف ہو۔ ایسے امور کی پابندی سے یقیناً ہماری باہمی محبت نہایت مضبوط و مستحکم اور پُرلطف ترقی پذیر ہوگی۔ ایسا اکثر دیکھا گیا ہی کہ شروع میں تو بڑے تشدد و مد سے اظہار محبت انتہائی الفاظ میں کیا جاتا ہی۔ جب کثرت اِصراف سے یہ الفاظ بھی ختم ہوجاتے ہیں تو صرف ان فقروں سے گاڑی چلتی ہی "ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اپنی محبت تم پر ظاہر کریں"

یاد رکھنے کی بات ہی کہ ایسی محبت بہت جلد پھیکی ہوجاتی ہی۔ خَیرُ الاُمُورِ اَوسَاطُہَا ہر کام میں میانہ روی خوب ہوتی ہی دوڑ کر چلنے سے جب پیچ لگتی ہی تو ہنسی ہوتی ہی کہ کل وہ دانت کاٹی روٹی تھی آج جوتیوں میں دال بٹ رہی ہی۔ مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ کسی نے شکایت سُنکر ہاں میں ہاں ملادی اور کسی نے تڑاخ سے جواب دیدیا کہ نوج تمہاری سی عادت کسی کی ہو وہ دن کونسا تھا جو پھولی پھولی پھرتی تھیں اب کیا ہوگیا جو ایسی بیزار ہو۔ اسلام ہی ایسی محبت کو۔ اس قسم کے جوابوں سے شرمندگی ہوتی ہی۔ لہذا ایسی عادت سے اجتناب چاہیئے۔

فرمائش یہ بالکل سچ ہی کہ بیاہ کے بعد خصوصاً نئے دنوں میں ہر ایک دل میں پہننے اوڑھنے کی خواہش ہوا کرتی ہی مگر ایک عقل کے ساتھ اور ایک بے عقلی سے۔ عقل کے ساتھ یہ کہ فرمائش کیوقت شوہر کی آمدنی اور خرچ پر نظر رہے۔ کبھی موجودہ حالت سے بڑھکر فرمائش نہو، اگر وہ کم استطاعت ہی تو خوشی سے اُس کی فارغ البالی کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اب ہی یہ بات کہ میاں کا جی خود بھی چاہتا ہی کہ بیوی کے لیے اچھے

اچھے کپڑے اور زیور لاؤں۔ مگر یہ کب؟ جب کہ وہ دیکھتے ہیں کہ بیوی کا دل ارمان بھرا ہی۔ وہ سُنہری زیور اور چمکدار کپڑوں کی دلدادہ ہی مگر ہم مجبور ہیں۔ لیکن جب بیوی اپنے حرکات، سکنات سے یہ ثابت کردے کہ وہ اپنی خوشی کو قبل از وقت نکالنا پسند نہیں کرتی۔ تحفہ کی قدرداں تو ہی مگر منتظر نہیں ہی۔ یہ نہیں چاہتی کہ کچھ بھی ہو میری خوشی ضرور پوری ہو جائے۔ بلکہ وہ اپنے شوہر کی استطاعت و فرصت پر نظر رکھتی ہی تو شوہر بھی مطمئن ہو جاتے ہیں۔ روزمرّہ کی ضروریات سے تو مفر نہیں مگر اس موقع پر بھی حیثیت و وسعت کا لحاظ رکھنا ضروری بات ہی۔

خوش مزاجی

۵ بشر نے خاک پایا لعل پایا یا گُہر پایا + مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اُس نے بھر پایا + خوش مزاجی بڑا جوہر ہی۔ ہمیشہ اپنے شوہر سے کشادہ دلی و خندہ پیشانی سے بات چیت کرنی چاہیئے۔ تیوری پر بل ڈالکر گھُٹے ہوئے دل سے بولنا اچھا نہیں۔ ظاہری بناؤ پر اندرونی صفات و خوبیوں کو مقدّم سمجھنا عقل کی بات ہی خوش مزاجی اچھّا زیور ہی۔ تلخ کلام بیوی وبالِ جان ہوتی ہی۔ نرم زبانی شوہر کے دل پر قابو کرنے کے لیے اچھا منتر ہی۔ نرم اور میٹھے بول سے زبان کی نوک گھس نہیں جاتی دوسرے کا دل البتہ بڑھ جاتا ہی اور اپنے دل کو بھی سچی خوشی حاصل ہوتی ہی۔

تہذیب

تہذیب کا مفہوم کیا ہی؟ یہ سب جانتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہی کہ مہذب آدمی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہی۔ پس ہم وہی طریقہ کیوں نہ اختیار کریں جس سے شوہر ہماری عزت کرے اگر ہمیں تہذیب کا پاس اور خیال نہیں ہی تو ہماری عزت کیا ہوگی؟

اپنی بول چال، عادت برتاؤ میں تہذیب کا بہت خیال رکھنا چاہیئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسی بات کہی جائیگی ویسا ہی جواب ملیگا۔ ہم خود تو خلافِ تہذیب بات کہدیں اور جب اُدھر سے بھی ویسا ہی جواب ملے تو رنجیدہ ہوں یہ نافہمی کی بات ہی۔ الفاظ میں بڑا اثر ہی۔ انہیں سے ہماری طبیعت کا اندازہ ہوتا ہی اور دل کا حال کھلتا ہی۔ مناسب یہ ہی کہ جو الفاظ ہمارے مُنہ سے نکلیں وہ نہایت ملائم ہوں تاکہ ہمارے مخاطب کو ناگوار نہوں۔ سخت اور بیہودہ الفاظ دل پر بُرا اثر کرتے ہیں۔ الفاظ کا استعمال بہت نازک ہی انہیں کے ذریعہ سے ہم اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ اگر وہ خیالات اچھے ہیں تو الفاظ بھی اچھے ہونگے، جو بات دل میں ہوتی ہی وہی زبان سے نکلتی ہی۔ اگر دل صاف ہی تو الفاظ بھی صاف ہونگے۔ خلاصہ یہ کہ باطن صاف رکھو جو زبان سے الفاظ بھی صاف نکلیں۔ جو کچھ کہنا ہو معقول پیرایہ اور مہذب الفاظ میں کہنا چاہیئے۔

بدگمانی

بعض عادتیں بظاہر معمولی اور حقیقت میں بڑی زہریلی ہوتی ہیں۔ من جملہ اُن کے ایک بدگمانی ہی۔ یہی نفاق کی جڑ ہی۔ بدگمان بیویاں اصلی خوشی و اطمینان سے ہمیشہ محروم رہتی ہیں۔ طرح طرح کے شبہوں سے اُن کا دل بھرا رہتا ہی اور ہر وقت اسی اُدھیڑ بُن رہتی ہیں کہ میاں کدھر گئے اور کیا کیا۔ شوہر کتنی ہی خاطر کریں کیسی ہی عمدہ عمدہ چیزیں لا کر دیں، بدگمان بیویاں اُس خاطر کو بناوٹ اور ظاہر داری پر محمول کر کے اُلٹی شکایت پیدا کر لیتی ہیں۔ تحفہ تحائف میں بدظنی ہوتی ہی کہ مجھ سے زیادہ اور اچھی چیزیں اپنی ماں بہنوں کے لیے لائے ہونگے۔ وہم اُس سوغات سے متنفر کر دیتا ہی۔

دل میں ایک کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ شوہر پر بھی ان خیالات کا اثر ہوتا ہے اور بالآخر بیوی دل سے اتر جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ بدگمانی سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ شوہر خواہشمند ہوتے ہیں کہ بیوی دلی ہمدرد اور سچی قدر دان ہو مگر جب قضیہ برعکس ہوتا ہے تو نتیجہ کیوں نہ برعکس ہو۔ بیویوں کو اپنے نیک دل شوہروں سے کبھی بدگمان نہونا چاہیئے۔

اجازت

ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا ہمیشہ شوہر کی اجازت سے کرنا چاہیئے۔ اگر کہیں جانا ہو تو پہلے اجازت لو پھر ارادہ کرو۔ حاضر و غائب ہر حالت میں اجازت کی پابندی ضروری ہے یہ نہیں کہ "میاں گھر نہیں بیوی کو ڈر نہیں" لاؤ اپنے عزیز یا سہیلیوں کے گھر ہو آئیں اُن کو کیا خبر ہوگی۔ شوہر کو خبر نہیں تو نہ ہو خدا تو دیکھتا ہے کہ ہم نے کیا کیا۔ سچائی اور صفائی عمدہ خصلت ہے۔ بناوٹ کی باتیں اچھی نہیں اصل بات کبھی نہ کبھی کھلتی ہے۔ جب فریب ظاہر ہوتا ہے تو عزت دو کوڑی کی ہو جاتی ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ایسے خراب طریقے کو اختیار کریں جس سے آئندہ شرمندگی اور سبکی ہو، خدائی مار علیحدہ۔

شوہروں کے لیے خطابات

خاتون کے کسی نمبر میں ایک مضمون بعنوان (لیڈیز یا بیگمات، بیبیاں یا عورتیں) چھپا تھا کہ "ناظرین خاتون اپنی لیڈیز کو مذکورہ بالا خطابوں میں سے کونسا خطاب دینا پسند کرتے ہیں"۔ ایک نامہ نگار بیوی کی یہ رائے ہوئی کہ جب مرد اپنے لیے کوئی خطاب تجویز کرینگے تو ہمارے نام خود بخود پیدا ہو جائینگے۔ اور پھر یہ ہی وہ نام اور خطابات ہونگے جو عام طور پر استعمال کیے جاسکیں گے۔ اس کے بعد پھر کوئی تحریک کسی طرف سے نہوئی۔ ہمارے گروہ میں ایک دقیانوسی رسم نہایت پائدار

چلی آتی ہے۔ وہ رسم کیا ہے؟ شوہر کا نام نہ لینا۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ شوہر کا مرتبہ بڑا ہے، نام لینے سے بے ادبی ہوگی۔ بلکہ اس خیال سے کہ بزرگوں کی رسم کیسے ترک کی جائے یہ تو مجھے بھی ناپسند ہے کہ بے ضرورت سب کے روبرو میاں کا نام لیتی پھریں یہ تو بے شرمی کی بات ہے ہاں لفافہ پر لکھواتے وقت یا بضرورت کسی کو بتانے میں بشرطیکہ وہ کوئی بڑا مربی نہو بجائے ننھے کے ابّا کے صاف نام بتادیں تو کیا قباحت ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہر بیوی اپنی پسند اور اپنے شوہر کے مرتبہ وشان کے موافق ایسے القاب تجویز کریں جنسے اُس کو مخاطب کرسکیں اور روزمرّہ علاوہ بڑوں کے سب کے سامنے عندالضرورت استعمال کرسکیں۔ یہ، وہ، انہیں، اُنہیں کی ضمیروں سے نجات ہو۔ شوہر کے مرتبہ وشان کے موافق القاب تجویز ہوں، اس کا کیا مطلب؟

ہر بیوی کے لیے اس کا شوہر عالی مرتبہ ہے۔ یہ صحیح ہے مگر میرا روئے سخن اس طرف نہیں بلکہ یہ منشا ہے کہ عام حالت کے اعتبار سے اُن کی عزت وشان کے مطابق القاب ہونے چاہئیں تاکہ استعمال کیوقت خطاب سے اُن کی شان وقابلیت میں کسی قسم کی کمی ظاہر نہو۔

تمّت

کتبہ محمد احمد علی ثریا رقم
سنہ ۱۵ء

دُعا

اختتام پر ایڈیٹر صاحبہ مرحومہ تہذیب نسواں کی دُعائیہ نظم تفادلاً لکھی جاتی ہے

الٰہی اپنی رحمت سے ہمیں دیں نعمتیں تو نے
ہمیں توفیق دے یا رب ہمیشہ نیک کاموں میں
اگر تو آبرو بخشے تو ہم اُس کو نہ کھو بیٹھیں
نہ بیباکی کی ہمت ہو نہ بے شرمی کی جرأت ہو
رہے شرم و حیا کا آنکھ میں سُرمہ لگا اپنی
بدا ہو جائیں جس دم بیاہ کر ہم اپنے میکے سے
ہر اک دل میں بنائیں پہلے رہنے کو مکان اپنا
کریں دل سے ادب اُن کا کمائی جنکی کھاتے ہیں
ہماری تو دعا تجھ سے یہی ہے اے خدا ہر دم
اگر شوہر سے ہم چھوٹیں تو بعد از مرگ ہی چھوٹیں

بھلے کاموں میں یا رب دیں بہت سی برکتیں تو نے
ہمارا نام لکھا جائے سچے دینداروں میں
معزز ہو کے عزت سے نہ اپنی ہاتھ دھو بیٹھیں
حیا زیور ہو اپنا اور حمیت زیب و زینت ہو
رکھیں اپنے پرائے سے نگہ نیچی سدا اپنی
تو پھر آباد ہوں سُسرال میں ہم اس طریقہ سے
جدھر مرضی ہو شوہر کی اُسی جانب ہو دھیان اپنا
نمکخوار اپنے آقا کے ہمیشہ گیت گاتے ہیں
کہ ہم کو مرگِ شوہر کا نہ دکھلانا خدایا غم
جو ٹوٹیں چوڑیاں اپنی تو اپنی مرگ پر ٹوٹیں

آمین

ہمارے ہاتھ کی مہندی ہمارے ساتھ ہی جائے
ہمیں شوہر خود اپنے ہاتھ سے مدفن میں رکھ آئے

آمین

واضح رہے کہ اس رسالہ میں جو حصہ مضمون تہذیب نسوان سے لیا گیا ہے وہ حقیقت میں میرے ہی مضامین کا خلاصہ ہے جو اسی غرض سے لکھے گئے تھے کہ کبھی کتاب کی شکل میں ہو جاینگے۔ کسیقدر تبدیلی کے ساتھ تہذیب نسوان میں بھیجتی رہتی تھی۔ اصل مسودے محفوظ تھے۔

بنا دیوی علی گڑھ: مارچ سنہ ۱۹۱۵ء

دُرِّ دانہ

(نفیس دُلھن، سکرٹری آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس)